خطبہ نمبر

قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

سوموار 10 فروری 2020ء 15 جمادی الثانی 1441 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ: 35

ارشاد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَ اتۡلُ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنۡ کِتَابِ رَبِّکَ ۚؕ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ ۚ۟ وَ لَنۡ تَجِدَ مِنۡ دُوۡنِہٖ مُلۡتَحَدًا ﴿۲۸﴾

(الکھف:28)

ترجمہ: اور تلاوت کر اُس کی جو تیرے ربّ کی کتاب میں سے تیری طرف وحی کیا جاتا ہے۔ اس کے کلمات کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا اور تُو اس کے سوا ہرگز کوئی پناہ گاہ نہ پائے گا۔

خلاصہ خطبہ جمعہ

آنحضرتؐ کے جانثار اور فدائی بدری صحابی حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ کی سیرت و سوانح کا دلکش تذکرہ

آپؓ قدیم اسلام لانے والوں میں سے تھے، آنحضرت ﷺ نے کئی غزوات کے موقع پر آپؓ کو مدینہ پر نگران مقرر فرمایا تھا

کعب بن اشرف کی مفسدانہ کارروائیوں کی وجہ سے اس کے واقعہ ٔقتل کا مفصل بیان اور اَلۡحَرۡبُ خُدۡعَۃٌ کی پُر معارف تشریح

کعب گو مذہباً یہودی تھا لیکن دراصل یہودی النسل نہ تھا بلکہ عرب تھا اور تمام عرب کے یہودی اسے سردار سمجھتے تھے۔ اخلاقی نکتہ نگاہ سے وہ ایک نہایت گندے اخلاق کا آدمی تھا اور خفیہ چالوں اور ریشہ دوانیوں کے فن میں، برائیوں میں اور فساد پیدا کرنے میں اسے بڑا کمال حاصل تھا

معاہدہ کی رُو سے آنحضرت ﷺ مدینہ میں قائم ہونے والی اس جمہوری سلطنت کے سردار تھے اور آپ کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ جملہ تنازعات اور امور سیاسی میں جو فیصلہ مناسب خیال کریں صادر فرمائیں۔ آپ نے ملک کے امن کے مفاد میں کعب کی فتنہ پردازی کی وجہ سے اسے واجب القتل قرار دیا، پس اس فیصلہ قتل پر کوئی اعتراض کی گنجائش نہیں ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ مورخہ 7 فروری 2020ء بمقام مسجد مبارک ٹلفورڈ یوکے کا خلاصہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 7 فروری 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو کہ مختلف زبانوں میں تراجم کے ساتھ ایم ٹی اے انٹرنیشنل پر براہ راست ٹیلی کاسٹ کیا گیا۔ حضور انور نے فرمایا: آج جن صحابی کا ذکر ہوگا ان کا نام ہے حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ۔ آپؓ کے والد کا نام مسلمہ بن سلمہ تھا اور ان کی والدہ ام سہم تھیں جن کا نام خلیدہ بنت ابو عبیدہ تھا۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس سے تھا اور قبیلہ عبدالاشہل کے حلیف تھے۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ یا عبد الرحمٰن اور ابو سعید بھی بیان کی جاتی ہے۔ آپ بعثت نبوی سے 22 سال پہلے پیدا ہوئے اور ان لوگوں میں سے تھے جن کا نام جاہلیت میں محمد رکھا گیا، مدینہ کے یہود اس نبی کے منتظر تھے جس کی بشارت حضرت موسیٰ نے دی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ اس مبعوث ہونے والے نبی کا نام محمد ہو گا۔ جب اہل عرب نے یہ بات سنی تو انہوں نے اپنے بچوں کے نام محمد رکھنے شروع کر دیئے۔ سیرت النبیؐ پر مشتمل کتب میں جن افراد کا نام زمانۂ جاہلیت میں بطور تفاؤل کے محمد رکھا گیا ان کی تعداد 3 سے لے کر 15 تک بیان کی گئی ہے جن میں حضرت محمد بن مسلمہؓ بھی شامل ہیں۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ قدیم اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ آپؓ حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ پر حضرت سعد بن معاذؓ سے پہلے ایمان لائے تھے۔ جب حضرت ابو عبیدہ بن جراح ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آنحضرت ﷺ نے ان کی آپؓ کے ساتھ مواخات قائم فرمائی۔ آپؓ ان صحابہؓ میں شامل تھے جنہوں نے کعب بن اشرف اور ابو رافع سلام بن ابو حقیق جیسے فتنہ پردازوں کو قتل کیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے کئی غزوات کے موقع پر ان کو مدینہ پر نگران بھی مقرر فرمایا۔ آپؓ کے بیٹے جعفر، عبد اللہ، سعد، عبد الرحمٰن اور عمر نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ غزوہ بدر، احد اور اس کے بعد سوائے غزوہ تبوک کے تمام غزوات میں شریک ہوئے کیونکہ غزوہ تبوک میں وہ نبی کریم ﷺ کی اجازت سے مدینہ میں ٹھہرنے کے لئے پیچھے رہ گئے تھے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سیرت خاتم النبیین میں حضرت مرزا بشیر احمدؓ نے اس ضمن میں لکھا ہے کہ کعب گو مذہباً یہودی تھا لیکن دراصل یہودی النسل نہ تھا بلکہ عرب تھا اور تمام عرب کے یہودی اسے سردار سمجھتے تھے۔ اخلاقی نکتہ نگاہ سے وہ ایک نہایت گندے اخلاق کا آدمی تھا اور خفیہ چالوں اور ریشہ دوانیوں کے فن میں، برائیوں میں اور فساد پیدا کرنے میں اسے بڑا کمال حاصل تھا، نیکی تو اس کے پاس بھی نہ پھٹکی تھی۔ بہرحال جب نبی ﷺ مدینہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو یہودیوں سے مل کر اس نے اس معاہدے میں شرکت کی جو آنحضرت ﷺ اور یہود کے درمیان باہمی دوستی اور امن و امان اور مشترکہ دفاع کے متعلق تحریر کیا گیا تھا مگر اندر ہی اندر کعب کے دل میں بغض و عداوت کی آگ سلگنے لگ گئی اور اس نے خفیہ چالوں اور خفیہ ساز باز سے اسلام اور بانیٔ اسلام کی مخالفت شروع کر دی۔ کعب کی مخالفت زیادہ خطرناک صورت حال اختیار کرتی گئی اور وہ اپنی فتنہ پردازیوں میں بڑھتا ہی چلا گیا اور بالآخر جنگ بدر کے بعد تو اس نے ایسا رویّہ اختیار کیا جو سخت مفسدانہ اور فتنہ انگیز تھا اور جس کے نتیجے میں مسلمانوں کے لئے نہایت خطرناک حالات پیدا ہو گئے۔ جب اس نے بدر کی جنگ کے بعد اسلام کی ترقی دیکھی تو اس نے پوری کوشش اسلام کو مٹانے، اسے ختم کرنے اور تباہ کرنے میں صرف کردینے کا تہیّہ کر لیا۔ جب کعب کو یقین ہو گیا کہ بدر کی فتح نے اسلام کو استحکام دیا ہے جس کا اس کو وہم وگمان بھی نہ تھا تو وہ غیض و غضب سے بھر گیا۔ اس نے فوراً سفر کی تیاری کر کے مکہ کی راہ لی اور وہاں جا کر اپنی چرب زبانی اور شیر گوئی کے زور سے قریش کے دلوں کی سلگتی ہوئی آگ کو مزید بھڑکا دیا اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خون کی نہ بجھنے والی پیاس پیدا کر دی، عداوت سے بھر دیا اور جب کعب کی اشتعال انگیزی سے ان کے احساسات میں ایک انتہائی درجہ کی بجلی پیدا ہو گئی تو اس نے انہیں خانۂ کعبہ کے صحن میں لے جا کر خانہ کعبہ کے پردے ان کے ہاتھوں میں دے کر ان سے قسمیں لیں کہ جب تک اسلام اور بانیٔ اسلام کو دُنیا سے ملیا میٹ نہ کر دیں گے اس وقت تک چین نہ لیں گے اور پھر عرب کے دوسرے قبائل سے مل کر انہیں مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا اور پھر مدینہ میں واپس آکر اپنے جوش دلانے والے اشعار میں نہایت گندے اور فحش طریق پر مسلمان خواتین کا ذکر کیا حتیٰ کہ خاندان نبوت کی عورتوں کو بھی اپنے ان گندے اشعار کا نشانہ بنانے سے دریغ نہیں کیا اور ملک میں ان اشعار کا چرچا کروایا اور آخر پھر اس نے یہ کوشش بھی کی کہ آنحضرت ﷺ کے قتل کی سازش کی اور دعوت کے بہانہ سے بلا کر چند نوجوان یہودیوں سے قتل کروانے کا منصوبہ بنایا لیکن خدا کے فضل سے وقت پر اطلاع ہو گئی اور سازش کامیاب نہیں ہوئی۔

جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی اور کعب کے خلاف عہد شکنی، بغاوت، تحریک جنگ، فتنہ پردازی، فحش گوئی، فساد اور سازش قتل کے الزامات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئے تو آنحضرت ﷺ نے فیصلہ صادر فرمایا کہ کعب بن اشرف اپنی کارروائیوں کی وجہ سے واجب القتل ہے اور فیصلہ کیا کہ کعب کو برملا طور پر قتل نہ کیا جائے بلکہ چند لوگ خاموشی کے ساتھ کوئی مناسب موقع نکال کر اُسے قتل کر دیں اور یہ ڈیوٹی آپؐ نے قبیلہ اوس کے ایک مخلص صحابی حضرت محمد بن مسلمہؓ کے سپرد فرمائی اور انہیں تاکید فرمائی کہ جو طریق بھی اختیار کریں قبیلہ اوس کے رئیس سعد بن معاذؓ کے مشورہ سے کریں۔ چنانچہ محمد بن مسلمہؓ سعد بن معاذؓ کے مشورے سے ابو نائلہ اور دو تین اور ساتھیوں کو ساتھ لے کر کعب کے مکان پر پہنچے اور کعب کو بلا کر کہا کہ محمد ﷺ ہم سے صدقہ مانگتے ہیں اور ہم تنگ حال ہیں۔ کیا تم ہمیں کچھ قرض دے سکتے ہو؟ اس نے کہا کہ وہ دن دُور نہیں

باقی صفحہ نمبر 7 پر

اس شمارہ میں

خلاصہ خطبہ جمعہ مورخہ 7 فروری 2020ء
دربار خلافت
نظم۔ تُو ہے الفضل۔ معدنِ دین
متن خطبہ جمعہ 17 جنوری 2020ء
قبول احمدیت کا ایک واقعہ

فرمانِ رسول ﷺ

کثرت سے سجدے کرو

حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول کریم ﷺ سے اللہ کے محبوب ترین عمل کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا:
اللہ کے حضور کثرت سے سجدے کرو کیونکہ ہر سجدہ تمہارا ایک درجہ خدا کے حضور بڑھا دیتا ہے اور ایک برائی تم سے دور کر دیتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوۃ)

دربارِ خلافت

صحابہؓ کا حضورؐ سے تعلق

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”حجۃ الوداع کے لیے مدینہ سے سفر کر کے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقام ج پر پہنچے تو وہاں آپؐ کی سواری گم ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کی سواری ایک ہی تھی اور وہ حضرت ابو بکرؓ کے غلام کے پاس تھی جس سے رات کے وقت وہ گم ہو گئی۔ حضرت صَفوان بن مُعطّل قافلہ میں سب سے پیچھے تھے۔ وہ اپنے ہمراہ اس اونٹنی کو لے آئے وہ اونٹنی جو گم ہو گئی تھی اور وہ سامان بھی اس پر موجود تھا۔

حضرت سعد بن عبادہؓ نے جب یہ بات سنی تو اپنے بیٹے قیسؓ کے ہمراہ آئے۔ ان دونوں کے ساتھ ایک اونٹ تھا جس پر زادِ راہ تھا۔ سارا سامان سفر کا لدا ہوا تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ اس وقت اپنے گھر کے دروازے کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی سامان والی سواری واپس لوٹا دی تھی یعنی اس وقت تک آپؐ کی وہ اونٹنی مل چکی تھی جو گم ہو گئی تھی۔ جب سعدؓ آئے ہیں تو حضرت سعدؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپؐ کی سامان والی سواری گم ہو گئی ہے۔ یہ ہماری سواری اس کے بدلے میں ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ وہ سواری ہمارے پاس لے آیا ہے۔ یعنی وہ جو گم گئی تھی وہ مل گئی ہے۔ تم دونوں اپنی سواری واپس لے جاؤ۔ اللہ تم دونوں میں برکت ڈالے۔“

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہؓ کو کسی بیماری کی شکایت ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان سب کو اپنے ساتھ لے کر ان کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے۔ جب ان کے پاس پہنچے تو آپ نے ان کو گھر والوں کے جمگھٹ میں پایا۔ آپؐ نے فرمایا کیا یہ فوت ہو گئے؟ لوگ بیماری کی وجہ سے اکٹھے ہوئے تھے، شدید بیماری تھی۔ گھر والے ارد گرد اکٹھے تھے۔ انہوں نے کہا نہیں یا رسول اللہؐ! فوت نہیں ہوئے۔ بہرحال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریب گئے۔ ان کی حالت دیکھی تو آپؐ رو پڑے۔ لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے دیکھا تو وہ بھی رو دیے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ سنتے نہیں۔ دیکھو کہ اللہ آنکھ کے آنسو نکلنے سے عذاب نہیں دیتا اور نہ دل کے غمگین ہونے پر بلکہ اس کی وجہ سے سزا دے گا یا رحم کرے گا اور آپؐ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا اور پھر فرمایا اور میّت کو بھی اس کے گھر والوں کے اس پر نوحہ کرنے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ مورخہ 10 جنوری 2020ء)

****

تُو ہے الفضل۔ معدنِ دین

زندگی بخش ہے فضل کی نہر ہے
نور کی لہر ہے علم کا شہر ہے
حکمتوں کے خزانے لُٹاتا ہے یہ
چھوڑنا دین کو دعوتِ قہر ہے
زندگی بخش ہے فضل کی نہر ہے
نور کی لہر ہے علم کا شہر ہے

عزمِ فضلِ عمر نے جلایا دِیا
محترم بیبیوں نے بھی زیور دیا
دعوتِ فکر ہے تیری ہر اِک اَدا
روشنی ابتدا روشنی انتہا
تجھ میں ذکرِ خدا کی انوکھی صدا
تجھ میں عشقِ محمدؐ کا ہے معجزہ
جامِ کوثر ہے تُو، تُو ہے رَدّ بلا
ضامنِ فیض ہے صفحہ صفحہ ترا
زندگی بخش ہے فضل کی نہر ہے
نور کی لہر ہے علم کا شہر ہے
اِک خدا ہے نبی اُس کے معصوم ہیں
تُو ہے خادم تو یہ تیرے مخدوم ہیں
حکمتوں کے خزانے لُٹاتے سبھی
تیرے مضمون ہیں یا کہ منظوم ہیں
زندگی بخش ہے فضل کی نہر ہے
نُور کی لہر ہے علم کا شہر ہے
تُو ہے اَدیانِ باطل پہ حجت کڑی
تُو ہے الفضل جو معدنِ دین ہے
لاجرم انگ سے احمدیت کا تو
آنکھ والے ہی سمجھیں گے دیکھیں تجھے
پشت پر اَحمدی کے ہے ہر دم کھڑی
ہیں مضامین جوں موتیوں کی لڑی
ہے ضرورت ہر اک احمدی کو بڑی
تُو مہربان ہے رحمتوں کی جھڑی
زندگی بخش ہے فضل کی نہر ہے
نور کی لہر ہے علم کا شہر ہے
تجھ سے ہم کو بشارات ملتی رہیں
تجھ سے تعلیم حکمت کی پائیں سبھی
عاجزانہ دعائیں ہماری ہیں یہ
عمر سو سال اب جب کہ تیری ہوئی
تیرے ماتھے پہ آیات سجتی رہیں
تا قیامت عنایات بٹتی رہیں
فیض کی تیری لہریں یہ چلتی رہیں
فضل کی تیری نہریں یہ بہتی رہیں
زندگی بخش ہے فضل کی نہر ہے
نور کی لہر ہے علم کا شہر ہے

محمد مقصود احمد منیبؔ

خطبہ جمعہ

آنحضرتؐ سے عشق و محبت اور اطاعت کا جذبہ رکھنے والے بدری صحابی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کا خوبصورت تذکرہ

خلیفۂ وقت کی بیعت، خلافت کا مقام اور خلافت کی اطاعت کے بارے میں حضرت مصلح موعودرضی اللہ عنہ کے ارشادات کی روشنی میں بصیرت افروز بیان

یہ کہہ دینا کہ کوئی شخص باوجود بیعت نہ کرنے کے اس مقام پر رہ سکتا ہے جس مقام پر بیعت کرنے والا ہو درحقیقت یہ ظاہر کرتا ہے کہ ایسا شخص سمجھتا ہی نہیں کہ بیعت اور نظام کیا چیز ہے

یہ خیال کہ خلافت کی بیعت کے بغیر بھی انسان اسلامی نظام میں اپنے مقام کو قائم رکھ سکتا ہے واقعات اور اسلامی تعلیم کے بالکل خلاف ہے اور جو شخص اس قسم کے خیالات اپنے دل میں رکھتا ہے میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ بیعت کا مفہوم ذرہ بھی سمجھتا ہو

اطاعت کے لحاظ سے خلفاء میں اور انبیاء میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔اطاعت جس طرح نبی کی ضروری ہوتی ہے ویسے ہی خلیفہ کی بھی ضروری ہوتی ہے

دیرینہ خادم مکرم سید محمد سرور شاہ صاحب، ممبر صدر انجمن احمدیہ قادیان اور نصف صدی تک خدمات سلسلہ بجالانے والی محترمہ شوکت گوہر صاحبہ کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مورخہ 17 جنوری 2020ء بمقام مسجد بیت الفتوح یوکے

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۱
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۳ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۴ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۵
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۶ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝۷

حضرت سعد بن عُبادہؓ کا ذکر گزشتہ چند خطبوں سے چل رہا ہے۔ آج میں اس کا آخری حصہ بیان کروں گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انصار اپنے میں سے جن کو خلیفہ منتخب کرنا چاہتے تھے ان میں ان کا نام بھی خاص طور پر لیا جاتا ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی سیرت خاتم النبیینؐ میں لکھا ہے کہ انصار کا ان کو خلیفہ منتخب کرنے پر زور تھااور یہ قوم کے سردار بھی تھے اور جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ منتخب کیے گئے تو یہ اس وقت بلکہ اس سے پہلے ہی انصار کے کہنے پر کچھ متزلزل بھی ہو گئے تھے کہ ان کو ہونا چاہیے۔ اس حوالے سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور خلافت کے مقام کی اہمیت بھی اس حوالے سے بیان کی ہے۔ اس لیے میں اس بیان کو بڑا ضروری سمجھتا ہوں۔ وقت کی بڑی ضرورت ہے۔ مصلح موعودؓ کے اس حوالے سے پہلے حدیث اور ایک تاریخی حوالہ بھی پیش کروں گا۔

حُمَید بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت ابوبکرؓ مدینہ منورہ کے نواح میں تھے۔ جب وہ آئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے کپڑا ہٹا کر آپؐ کے چہرۂ مبارک کو چوما اور فرمایا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! آپؐ زندہ ہونے اور وفات یافتہ ہونے کی حالت میں کس قدر پاکیزہ تھے۔ پھر کہا کہ ربِّ کعبہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تیزی کے ساتھ سقیفہ بنو ساعدہ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ دونوں وہاں پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ نے گفتگو شروع کی۔ آپؓ نے قرآنِ کریم میں انصار کی بابت جو کچھ نازل ہوا اس میں سے کچھ نہ چھوڑا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی فضیلت کے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا وہ سب بیان کیا۔ پھر آپؓ نے فرمایا تم لوگوں کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا۔ پھر حضرت سعدؓ کو مخاطب کر کے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اے سعد! تجھے علم ہے کہ تُو بیٹھا ہوا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت کا حق دار قریش ہوں گے۔ لوگوں میں سے جو نیک ہوں گے وہ قریش کے نیک افراد کے تابع ہوں گے اور جو فاجر ہوں گے وہ قریش کے فاجروں کے تابع ہوں گے۔ حضرت سعدؓ نے کہا کہ آپؓ نے سچ کہا۔ ہم وزیر ہیں اور آپ لوگ امراء۔ یہ مسند احمد بن حنبل کی حدیث ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 158-159، مسند ابی بکر صدیق حدیث 18 مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ 1994ء)

طبقات الکبریٰ میں اس موقعے کی تفصیل میں اس طرح لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت سعد بن عبادہؓ کی طرف پیغام بھجوایا کہ وہ آ کر بیعت کریں کیونکہ لوگوں نے بیعت کر لی ہے اور تمہاری قوم نے بھی بیعت کر لی ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں اس وقت تک بیعت نہیں کروں گا جب تک میں اپنے ترکش میں موجود سارے تیر لوگوں کو نہ مار لوں یعنی بقول اِن کے انکار کیا، اور وہ لوگ جو میری قوم و قبیلہ میں سے میرے تابع ہیں ان کے ہمراہ تم لوگوں سے قتال نہ کر لوں۔ حضرت ابوبکرؓ کو جب یہ خبر موصول ہوئی تو بشیر بن سعدؓ نے کہا کہ اے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! انہوں نے انکار کیا ہے اور اصرار کیا یعنی انکار پر اصرار کر رہے ہیں۔ وہ آپؓ کی بیعت کرنے والے نہیں خواہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ اور وہ ہرگز قتل نہیں کیے جا سکتے جب تک کہ ان کے ساتھ ان کی اولاد اور ان کے قبیلے کو قتل نہ کیا جائے۔ اور یہ لوگ ہرگز قتل نہیں کیے جا سکتے جب تک کہ قبیلہ خزرج کو قتل نہ کیا جائے۔ اور خزرج کو ہرگز قتل نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ اَوس کو قتل نہ کیا جائے۔ لٰہذا آپؓ ان کی طرف پیش قدمی نہ کریں جبکہ اب لوگوں کے لیے معاملہ سیدھا ہو چکا ہے۔ وہ آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا یعنی ان کی قوم میں سے اکثریت نے بیعت کر لی ہے۔ اگر انکار کیا ہے تو کوئی بات نہیں کیونکہ وہ ایک ایسا تنہا شخص ہے جسے چھوڑ دیا گیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بشیرؓ کی نصیحت کو قبول کرتے ہوئے حضرت سعدؓ کو چھوڑ دیا۔

پھر جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو ایک روز مدینہ کے راستے پر سعدؓ سے ملے تو آپؓ نے فرمایا۔ کہو اے سعد۔ سعدؓ نے کہا کہو اے عمرؓ۔ یہ آپس میں گفتگو ہو رہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم ویسے ہی ہو جیسے پہلے تھے؟ سعدؓ نے کہا ہاں میں ویسا ہی ہوں۔ خلافت آپؓ کو مل گئی ہے۔ ٹھیک ہے کہ خلافت تو مل گئی ہے آپؓ کو۔ بہت سارے لوگوں نے بیعت بھی کر لی ہے لیکن میں نے ابھی تک نہیں کی۔ پھر انہوں نے کہا کہ بخدا آپؓ کا ساتھی یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں آپؓ کی نسبت زیادہ محبوب تھا۔ یہ حضرت عمرؓ کو حضرت سعدؓ نے کہا کہ حضرت ابوبکرؓ ہمیں آپؓ کی نسبت زیادہ محبوب تھے۔ پھر حضرت سعدؓ نے کہا کہ بخدا میں نے اِس حالت میں صبح کی ہے کہ میں آپؓ کی ہمسائیگی کو پسند نہیں کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو اپنے پڑوسی کی مصاحبت کو ناپسند کرتا ہے تو وہ پھر اُس کے پاس سے منتقل ہو جائے۔ حضرت سعدؓ نے کہا میں یہ بھولنے والا نہیں یعنی میں یہ کروں گا۔ میں ایسی ہمسائیگی کی طرف منتقل ہونے والا ہوں جو اُن کے خیال میں آپؓ سے بہتر ہے۔ کچھ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ حضرت سعدؓ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے آغاز میں ملک شام کی طرف ہجرت کی۔ طبقات الکبریٰ کا یہ حوالہ ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ثالث، سعد بن عبادہ، صفحہ 312، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)

حضرت سعدؓ کے متعلق یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی تھی۔ چنانچہ تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ

وَاتَّبَعَ الْقَوْمُ عَلَى الْبَيْعَةِ، وَبَايَعَ سَعْدٌ کہ ساری قوم نے باری باری حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی اور حضرت سعدؓ نے بھی بیعت کی۔ یہ تاریخ طبری کا حوالہ ہے۔

(تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 266، سنہ احدی عشرۃ ذکر الخبر عما جری بین المھاجرین والانصار فی أمر الإمارة في سقيفة بني ساعدة، دار الفکر بیروت 2002)

بہرحال جیسا کہ میں نے کہا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو تفصیل بیان فرمائی ہے اس میں بہت سے پہلو بیان ہو جاتے ہیں۔ خلافت کی بیعت بھی کیوں ضروری ہے، خلافت کا مقام کیا ہے اور حضرت سعد نے جو کچھ کیا اس کی کیا حیثیت ہے؟

آپؓ اپنے ایک خطبہ میں بیان فرماتے ہیں کہ ”قتل کے معنی قطع تعلق کے بھی ہوتے ہیں۔ رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب صحابہ میں خلافت کے متعلق اختلاف پیدا ہوا۔ انصار کا خیال تھا کہ خلافت ہمارا حق ہے، ہم اہلِ بلد ہیں ۔کم سے کم اگر ایک مہاجرین میں سے خلیفہ ہو تو ایک انصار میں سے ہو۔’’یعنی دو دو ہوں۔ ’’بنوہاشم نے خیال کیا کہ خلافت ہمارا حق ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے خاندان سے تھے۔ اور مہاجرین گو یہ چاہتے تھے کہ خلیفہ قریش سے ہونا چاہیے کیونکہ عرب لوگ سوائے قریش کے کسی کی بات ماننے والے نہ تھے مگر وہ کسی خاص شخص کو پیش نہ کرتے تھے بلکہ تعین کو انتخاب پر چھوڑنا چاہتے تھے‘‘ کہ انتخاب کر لیتے ہیں۔ ’’مسلمان جسے منتخب کر لیں وہی خدا تعالیٰ کی طرف سے خلیفہ سمجھا جائے گا۔ جب انہوں نے اس خیال کا اظہار کیا تو انصار اور بنو ہاشم سب ان سے متفق ہو گئے مگر ایک صحابی کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی۔ یہ وہ انصاری صحابی تھے جنہیں انصار اپنے میں سے خلیفہ بنانا چاہتے تھے اس لیے شاید انہوں نے اس بات کو اپنی ہتک سمجھا یا یہ بات ہی ان کی سمجھ میں نہ آئی‘‘ جو بھی وجہ تھی ’’اور انہوں نے کہہ دیا کہ میں ابوبکرؓ کی بیعت کے لیے تیار نہیں ہوں۔ حضرت عمرؓ کا اس موقعے کے متعلق ایک قول بعض تاریخوں میں آتا ہے کہ آپؓ نے فرمایا اُقْتُلُوْا سَعْدًا۔ یعنی سعد کو قتل کر دو لیکن نہ انہوں نے خود ان کو قتل کیا نہ کسی اَور نے۔ بعض ماہرِ زبان لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی مراد صرف یہ تھی کہ سعدؓ سے قطع تعلق کر لو۔ بعض تاریخوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت سعدؓ باقاعدہ مسجد میں آتے اور الگ نماز پڑھ کر چلے جاتے تھے اور کوئی صحابی ان سے کلام نہ کرتا تھا۔ پس قتل کی تعبیر قطع تعلق اور قوم سے جدا ہونا بھی ہوتی ہے۔‘‘

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 81-82، خطبہ جمعہ فرمودہ یکم فروری 1935ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سعد بن عبادہؓ کے واقعے کی مزید تفصیل بیان فرماتے ہیں اور یہ پہلا اقتباس جو میں نے پڑھا ہے اس خطبے کے حوالے سے آپؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پہلے ایک خطبے میں ایک انصاری صحابی کا ذکر کیا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بعض انصار کی تحریک تھی کہ انصار میں سے خلیفہ مقرر کیا جائے لیکن جب مہاجرین نے اور خصوصاً حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کو بتایا کہ اس قسم کا انتخاب کبھی بھی ملتِ اسلامیہ کے لیے مفید نہیں ہو سکتا اور یہ کہ مسلمان کبھی اس انتخاب پر راضی نہیں ہوں گے یعنی انصار کو منتخب کرنے پہ تو پھر انصار اور مہاجر اس بات پر جمع ہوئے، اس بات پر متفق ہوئے کہ وہ کسی مہاجر کے ہاتھ پر بیعت کر لیں اور آخر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پر اِن سب کا اتفاق ہوا۔ انصار پر تو اتفاق نہیں ہو سکتا تھا ۔حضرت ابوبکرؓ نے وضاحت فرمائی اور بعض اَور صحابہ نے وضاحت فرمائی کہ کیونکہ یہ مفید نہیں ہو گا۔ بہرحال یہ فیصلہ ہوا کہ مہاجرین میں سے خلیفہ ہو اور پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پر ان سب کا اتفاق ہوا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت بتایا تھا کہ اُس وقت جب سعدؓ نے بیعت سے تخلّف کیا تھا، تھوڑا سا انقباض کیا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تھا کہ اُقْتُلُوْا سَعْدًا۔ یعنی سعد کو قتل کر دو مگر نہ تو انہوں نے سعدؓ کو قتل کیا اور نہ کسی اَور صحابی نے بلکہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تک زندہ رہے۔ حضرت سعدؓ حضرت عمرؓ کی خلافت تک زندہ رہے جیسا کہ پہلے اقتباس بیان ہو چکا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں شام میں فوت ہوئے۔ انہوں نے ہجرت کر لی تھی اور شام میں فوت ہوئے جس سے ائمہ سلف نے استدلال کیا ہے کہ قتل کے معنی یہاں جسمانی قتل نہیں بلکہ قطعِ تعلق کے ہیں اور عربی زبان میں قتل کے کئی معنی ہوتے ہیں۔ اردو میں بے شک قتل کے معنی جسمانی قتل کے ہی ہوتے ہیں لیکن عربی زبان میں جب قتل کا لفظ استعمال کیا جائے تو وہ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے جن میں سے ایک معنی قطع تعلق کے ہیں اور لغت والوں نے استدلال کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد قتل سے قتل نہیں بلکہ قطع تعلق تھا، ان کو چھوڑ دیا جائے، ان سے بات چیت بند کر دی جائے ورنہ اگر قتل سے مراد ظاہری طور پر قتل کر دینا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو بہت جوشیلے تھے انہیں خود کیوں نہ قتل کر دیا یا صحابہؓ میں سے کسی نے کیوں انہیں قتل نہ کیا مگر جبکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ صرف انہیں اس وقت قتل نہ کیا بلکہ اپنی خلافت کے زمانے میں بھی قتل نہ کیا اور بعض کے نزدیک تو وہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے بعد بھی زندہ رہے اور کسی صحابی نے ان پر ہاتھ نہ اٹھایا تو بہرحال اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قتل سے مراد قطعِ تعلق ہی تھا ۔ظاہری طور پر قتل کرنا نہیں تھا اور گو وہ صحابی عام صحابہ سے الگ رہے۔ حضرت سعدؓ ان سے الگ ہو گئے لیکن کسی نے اُن پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔

پس حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مثال دی تھی کہ رؤیا میں بھی اگر کسی کے متعلق قتل ہونا دیکھا جائے تو اس کی تعبیر قطع تعلق اور بائیکاٹ بھی ہو سکتی ہے۔ اپنے ایک خطبہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ بہرحال آگے فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک دوست نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے اس خطبے کے بعد کہا کہ سعدؓ نے گو بیعت نہیں کی تھی لیکن مشوروں میں انہیں ضرور شامل کیا جاتا تھا یعنی بیعت نہ ہونے کے باوجود بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں مشوروں میں شامل کرتے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں اس شخص نے جو بات کی ہے حضرت سعدؓ کے متعلق اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں کہ یا تو میرے مفہوم کی تردید ہے یعنی حضرت مصلح موعودؓ لغت کی قتل کی جو تعریف بیان کر رہے ہیں یا تو وہ میرے مفہوم کی تردید کر رہا ہے یا یہ کہ یعنی کہ ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا یا یہ کہ خلافت کی بیعت نہ کرنا کوئی اتنا بڑا جرم نہیں ہے۔ دوسری بات یہ شخص یہی ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اگر خلافت کی بیعت نہ کی جائے تو کوئی بڑا جرم نہیں ہے کیونکہ سعدؓ نے گو بیعت نہیں کی تھی مگر مشوروں میں شامل ہوا کرتے تھے۔ آپؓ فرماتے ہیں کسی شاعر نے کہا ہے کہ

تَا مرد سُخَن نَگُفْتَہ بَاشَد

عَیب وہنرش نَہُفْتَہ بَاشَد

انسان کے عیب و ہنر اس کی بات کرنے تک پوشیدہ ہوتے ہیں۔ جب انسان بات کر دیتا ہے تو کئی دفعہ اپنے عیوب ظاہر کر دیتا ہے۔ خاموش ہو تو عیب چھپے رہتے ہیں۔ بعض دفعہ بیوقوفوں والی باتیں کر دیتا ہے تو عیب ظاہر ہو جاتے ہیں۔ آپؓ کہتے ہیں کہ اس شخص نے جس نے یہ تعریف کی تھی کہ حضرت سعدؓ مشورے میں شامل ہوتے تھے یا حضرت مصلح موعودؓ کے خطبہ پہ تبصرہ کیا تھا ، اس شخص کا بات کرنا بھی یہی معنی رکھتا ہے کہ یا تو وہ خلافت کی بیعت کی تخفیف کرنا چاہتا ہے یا اپنے علم کا اظہار کرنا چاہتا ہے لیکن یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ علم کے اظہار کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ بات اتنی ہی غلط ہے کہ ہر عقل مند اِس کو سن کر سوائے مسکرا دینے کے اور کچھ نہیں کر سکتا۔ صحابہ کے حالات کے متعلق اسلامی تاریخ میں تین کتابیں بہت مشہور ہیں اور تمام تاریخ جو صحابہ سے متعلق ہے انہی کتابوں میں چکر کھاتی ہے اور وہ کتابیں یہ ہیں کہ تھذیب التھذیب، اصابہ اور اُسُد الغابۃ۔ ان تینوں میں سے ہر ایک میں یہی لکھا ہے کہ سعد باقی صحابہ سے الگ ہو کے شام میں چلے گئے اور وہیں فوت ہوئے اور بعض لغت کی کتابوں نے بھی قتل کے لفظ پر بحث کرتے ہوئے اس واقعے کا ذکر کیا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ بات یہ ہے کہ صحابہ میں سے ساٹھ، سترّ کے نام سعد ہیں۔ انہی میں سے ایک سعد بن ابی وقاصؓ بھی ہیں جو عشرۂ مبشرہ میں سے تھے۔ حضرت عمرؓ کی طرف سے کمانڈر اِن چیف مقرر تھے اور تمام مشوروں میں شامل ہوتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے حضرت مصلح موعودؓ کے خطبے پہ یہ اعتراض کیا تھا اس نے کمی علم سے سعد کا لفظ سن کر یہ نہ سمجھا کہ یہ سعد اَور ہے اور وہ سعد اَور، بلکہ جھٹ میرے خطبے پہ تبصرہ کر دیا۔ یہ میں نے سعد بن ابی وقاصؓ کا ذکر نہ کیا تھا جو مہاجر تھے بلکہ میں نے جس کا ذکر کیا وہ انصاری تھے۔ ان دو کے علاوہ اَور بھی بہت سے سعد ہیں بلکہ ساٹھ، سترّ کے قریب سعد ہیں۔ جس سعد کے متعلق میں نے ذکر کیا ان کا نام سعد بن عبادہؓ تھا۔ عرب کے لوگوں میں نام دراصل بہت کم ہوتے تھے اور عام طور پر ایک ایک گاؤں میں ایک نام کے کئی کئی آدمی ہوا کرتے تھے۔ جب کسی کا ذکر کرنا ہوتا تو اُس کے باپ کے نام سے اس کا ذکر کرتے مثلاً صرف سعد یا سعید نہیں کہتے تھے بلکہ سعد بن عُبادہؓ یا سعد بن ابی وقاصؓ کہتے۔ پھر جہاں باپ کے نام سے شناخت نہ ہو سکتی وہاں ان کے مقام کا ذکر کرتے، جہاں مقام کے ذکر سے بھی شناخت نہ ہو سکتی وہاں اس کے قبیلہ کا ذکر کرتے۔ چنانچہ ایک سعد کے متعلق تاریخوں میں بڑی بحث آئی ہے کیونکہ نام ان کا دوسروں سے ملتا جلتا تھا اس لیے مؤرخین ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مثلاً ہماری مراد اَوسی سَعد سے ہے یا مثلاً خزرجی سَعد سے ہے۔ یہ اعتراض کرنے والے صاحب جو ہیں یا تبصرہ کرنے والے ان صاحب نے معلوم ہوتا ہے کہ ناموں کے اختلاف کو نہیں سمجھا اور یونہی اعتراض کر دیا مگر ایسی باتیں انسانی علم کو بڑھانے والی نہیں ہوتیں بلکہ جہالت کا پردہ فاش کرنے والی ہوتی ہیں۔

پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ خلافت ایک ایسی چیز ہے جس سے جدائی کسی عزت کا مستحق انسان کو نہیں بنا سکتی۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ اِسی مسجد میں جہاں آپؓ خطبہ دے رہے تھے غالباً مسجد اقصیٰ ہے کہ میں نے حضرت خلیفہ اوّلؓ سے سنا، آپؓ فرماتے تھے کہ تم کو معلوم ہے کہ پہلے خلیفہ کا دشمن کون تھا؟ پھر خود ہی اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت خلیفہ اوّلؓ نے فرمایا کہ قرآن پڑھو تمہیں معلوم ہو گا کہ اس کا دشمن ابلیس تھا۔ یعنی آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا تو اس کا دشمن ابلیس تھا۔ اس کے بعد آپؓ نے فرمایا یعنی حضرت خلیفہ اوّلؓ نے فرمایا کہ میں بھی خلیفہ ہوں اور جو میرا دشمن ہے وہ بھی ابلیس ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ خلیفہ مامور نہیں ہوتا، گو یہ ضروری بھی نہیں کہ وہ مامور نہ ہو۔ حضرت آدمؑ مامور بھی تھے اور خلیفہ بھی تھے۔ حضرت داؤدؑ مامور بھی تھے اور خلیفہ بھی تھے۔ اور اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام مامور بھی تھے اور خلیفہ بھی تھے۔ پھر تمام انبیاء مامور بھی ہوتے ہیں اور خدا کے قائم کردہ خلیفہ بھی ۔ جس طرح ہر انسان ایک طور پر خلیفہ ہے اسی طرح انبیاء بھی خلیفہ ہوتے ہیں مگر ایک وہ خلفاء ہوتے ہیں جو کبھی مامور نہیں ہوتے۔ گو اطاعت کے لحاظ سے ان میں اور انبیاء میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اطاعت جس طرح نبی کی ضروری ہوتی ہے ویسے ہی خلفاء کی بھی ضروری ہوتی ہے۔ ہاں ان دونوں اطاعتوں میں ایک امتیاز اور فرق ہوتا ہے اور وہ یہ کہ نبی کی اطاعت اور فرمانبرداری اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ وہ وحیٔ الٰہی اور پاکیزگی کا مرکز ہوتا ہے مگر خلیفہ کی اطاعت اس لیے نہیں کی جاتی کہ وہ وحیٔ الٰہی اور تمام پاکیزگی کا مرکز ہے بلکہ اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ تنفیذِ وحیٔ الٰہی اور تمام نظام کا مرکز ہے یعنی جو وحی نبی پہ اتری ہے اس کی تنفیذ کرنے والا ہے۔ اور جو نظام نبی نے قائم کیا ہے اس کو چلانے کا مرکز ہے خلیفہ۔ اسی لیے واقف اور اہلِ علم لوگ کہا کرتے ہیں کہ انبیاء کو عصمتِ کبریٰ حاصل ہوتی ہے اور خلفاء کو عصمتِ صغریٰ۔ اسی مسجد میں (جہاں قادیان میں مصلح موعودؓ خطبہ فرما رہے ہیں کہ اسی مسجد میں) اسی منبر پر جمعہ کے ہی دن حضرت خلیفہ اوّلؓ سے میں نے سنا۔ آپؓ فرماتے تھے کہ تم میرے کسی ذاتی فعل میں عیب نکال کر اس اطاعت سے باہر نہیں ہو سکتے۔ اگر میرا کوئی ذاتی کام ہے اس میں کوئی عیب نکال لو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم اطاعت سے باہر ہو گئے۔ کبھی نہیں ہو سکتے جو خدا نے تم پر عائد کی ہے۔ وہ اطاعت جو خدا نے تم پر عائد کی ہے تم اس سے باہر نہیں ہو سکتے کیونکہ جس کام کے لیے میں کھڑا ہوا ہوں وہ اَور ہے اور وہ نظام کا اتحاد ہے۔ اس لیے میری فرمانبرداری ضروری اور لازمی ہے۔ تو انبیاء کے متعلق جہاں الٰہی سنت یہ ہے کہ سوائے بشری کمزوریوں کے جس میں توحید اور رسالت میں فرق ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ دخل نہیں دیتا اور اس لیے بھی کہ وہ امّت کی تربیت کے لیے ضروری ہوتی ہے جیسے سجدۂ سہو کہ وہ بھول کے نتیجے میں

ہوتا ہے مگر اس کی ایک غرض امّت کو سہو کے احکام کی عملی تعلیم دینا تھی۔ ایسی غلطی نبی بھی کر سکتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہوئی اور سجدۂ سہو بھی آپؐ نے پھر ادا فرمایا۔ فرمایا کہ انبیاء کے تمام اعمال خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتے ہیں اور وہاں خلفاء کے متعلق خدا تعالیٰ کی یہ سنت ہے، انبیاء کے لیے تو ہو گیا کہ تمام اعمال خدا کی حفاظت میں ہیں لیکن خلفاء کے متعلق اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ اُن کے وہ تمام اعمال خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہوں گے جو نظامِ سلسلہ کی ترقی کے لیے ان سے سرزد ہوں گے اور کبھی بھی وہ کوئی ایسی غلطی نہیں کریں گے اور اگر کریں تو اس پر قائم نہیں رہیں گے جو جماعت میں خرابی پیدا کرنے والی اور اسلام کی فتح کو اُس کی شکست میں بدل دینے والی ہو۔ وہ جو کام بھی نظام کی مضبوطی یعنی خلیفۂ وقت جو کام بھی نظام کی مضبوطی اور اسلام کے کمال کے لیے کریں گے خدا تعالیٰ کی حفاظت اس کے ساتھ ہو گی اور اگر وہ کبھی غلطی بھی کریں تو خدا ان کی اصلاح کا خود ذمہ دار ہو گا گویا نظام کے متعلق خلفاء کے اعمال کے ذمہ دار خلفاء نہیں بلکہ خدا ہے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خلفاء خود قائم کیا کرتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ غلطی نہیں کر سکتے یعنی خلفاء غلطی نہیں کر سکتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ یا تو انہی کی زبان سے یا عمل سے خدا تعالیٰ اُس غلطی کی اصلاح کرا دے گا یا اگر ان کی زبان یا عمل سے غلطی کی اصلاح نہ کرائے تو اِس غلطی کے بدنتائج کو بدل ڈالے گا یعنی اس کے نتائج پھر بد نہیں نکلیں گے۔

فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت چاہے کہ خلفاء کبھی کوئی ایسی بات کر بیٹھیں جس کے نتائج بظاہر مسلمانوں کے لیے مضر ہوں اور جس کی وجہ سے بظاہر جماعت کے متعلق خطرہ ہو کہ وہ بجائے ترقی کرنے کے تنزل کی طرف جائے گی تو اللہ تعالیٰ نہایت مخفی سامانوں سے اس غلطی کے نتائج کو بدل دے گا اور جماعت بجائے تنزل کے ترقی کی طرف قدم بڑھائے گی اور وہ مخفی حکمت بھی پوری ہو جائے گی جس کے لیے خلیفہ کے دل میں ذہول پیدا کیا گیا تھا یعنی کوئی بھول ہو گئی تھی یا غفلت ہو گئی تھی، وہ حکمت پوری ہو جائے گی۔ مگر انبیاء کو یہ دونوں باتیں حاصل ہوتی ہیں یعنی عصمتِ کبریٰ بھی اور عصمتِ صغریٰ بھی۔ وہ تنفیذ ونظام کا بھی مرکز ہوتے ہیں اور وحی و پاکیزگیٔ اعمال کا بھی مرکز ہوتے ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر خلیفہ کے متعلق ضروری ہے کہ وہ پاکیزگیٔ اعمال کا مرکز نہ ہو۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے ، ممکن ہے کہ پاکیزگیٔ اعمال سے تعلق رکھنے والے بعض افعال میں وہ دوسرے اولیاء سے کم ہو۔ پس جہاں ایسے خلفاء ہو سکتے ہیں جو پاکیزگیٔ اعمال کا مرکز ہوں اور نظامِ سلسلہ کا مرکز بھی، وہاں ایسے خلفاء بھی ہو سکتے ہیں جو پاکیزگی اور ولایت میں دوسروں سے کم ہوں لیکن انتظامی قابلیت، نظامی قابلیتوں کے لحاظ سے دوسروں سے بڑھے ہوئے ہوں مگر ہرحال میں ہر شخص کے لیے ان کی اطاعت فرض ہو گی چونکہ نظام کا ایک حد تک جماعتی سیاست کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔

اب جماعتی سیاست سے لوگ ایک دم چونک گئے ہوں گے۔ بعضوں کو خیال آیا ہو گا کہ یہ جماعتی سیاست کیا ہوئی؟ یہاں لفظ 'سیاست' سے مراد عمومی طور پر ہماری زبان میں، زبان میں کیا؟ ہمارے ہاں عام طور پر جو مفہوم لیا جاتا ہے وہ منفی رنگ میں لیا جاتا ہے اور منفی رنگ میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ کچھ سیاست دانوں نے اس لفظ کو بدنام کر دیا ہے کہ جوڑ توڑ کرنا اور نقصان پہنچانا یا صحیح کام نہ کرنا لیکن حقیقت میں اس کا جو لغت میں مطلب ہے اس سے مراد یہ ہے کہ نظام چلانے کا طریق۔ صحیح رنگ میں نظام چلانا اس کو سیاست کہتے ہیں۔ پھر حکمتِ عملی سے کام کرنا یہ ہے اس کا مطلب۔ برائیوں کو روکنے کے لیے نظام کو قائم کرنا یہ ہے اس کا مطلب۔ عقل اور حکمت سے کام کو چلانا۔ بین الاقوامی معاملات کو صحیح رنگ میں ادا کرنے کی صلاحیت ہونا یہ اصل سیاست ہے۔ گویا تمام مثبت باتیں اس لفظ کا مطلب ہیں لیکن جیسا کہ میں نے کہا کہ بدقسمتی سے ہم اصلی معنوں کو بھول کر سیاست دانوں کے عمل کی وجہ سے اور اپنی ہی غلط حرکتوں کی وجہ سے منفی مطلب لیتے ہیں لیکن بہرحال یہاں حضرت مصلح موعودؓ نے جو یہ لفظ سیاست استعمال کیا ہے وہ مثبت رنگ میں استعمال کیا ہے اور وہ ساری وہ باتیں ہیں جو میں نے بیان کی ہیں ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نظام کو چلانے کے لیے جو عقل اور حکمت اور دانائی اور صلاحیتیں ہونی چاہئیں۔

فرمایا کہ چونکہ نظام کا ایک حد تک جماعتی سیاست کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اس لیے خلفاء کے متعلق غالب پہلو یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ نظامی پہلو کو برتر رکھنے والے ہوں۔ نظامی پہلو کو سب سے اوپر رکھیں۔ گو ساتھ ہی یعنی یہاں آپؓ نے اس بات کی وضاحت بھی کر دی۔ گو ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ دین کے استحکام اور اس کے مفہوم کے قیام کو بھی مدّنظر رکھیں، نظامِ جماعت چلانا بھی فرض ہے خلیفۂ وقت کا اور ساتھ ہی ان کے لیے دین کے استحکام اور اس کے قیام کو بھی سامنے رکھنا ضروری ہے۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں جہاں خلافت کا ذکر کیا وہاں بتایا ہے کہ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمۡ دِیۡنَھُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَھُمۡ خدا ان کے دین کو مضبوط کرے گا اور اسے دنیا پر غالب کرے گا۔

پس جو دین خلفاء پیش کریں وہ خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتا ہے مگر یہ حفاظتِ صغریٰ ہوتی ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ جزئیات میں وہ غلطی کر سکتے ہیں اور خلفاء کا آپس میں اختلاف بھی ہو سکتا ہے مگر وہ نہایت ادنیٰ چیزیں، معمولی چیزیں ہوتی ہیں جیسے بعض مسائل کے متعلق حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اختلاف رہا بلکہ آج بھی امتِ محمدیہ ان مسائل کے بارے میں ایک عقیدہ اختیار نہیں کر سکی مگر یہ اختلاف صرف جزئیات میں ہوتا ہے۔ اصولی امور میں ان میں کبھی اختلاف نہیں ہو گا بلکہ اس کے برعکس ان میں بھی اتحاد ہو گا کہ وہ یعنی خلفاء دنیا کے ہادی اور رہنما اور اسے روشنی پہنچانے والے ہوں گے۔ پس یہ کہہ دینا کہ کوئی شخص باوجود بیعت نہ کرنے کے اس مقام پر رہ سکتا ہے جس مقام پر بیعت کرنے والا ہو درحقیقت یہ ظاہر کرتا ہے کہ ایسا شخص سمجھتا ہی نہیں کہ بیعت اور نظام کیا چیز ہے۔

مشورے کے متعلق بھی یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ایک ایکسپرٹ اور ماہرِ فن خواہ وہ غیر مذہب کا ہو اس سے مشورہ لے لیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مقدمے میں ایک انگریز وکیل کیا مگر اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ آپؑ نے امورِ نبوت میں اس سے مشورہ لیا۔ جنگِ احزاب ہوئی تو اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ لیا اور فرمایا کہ تمہارے ملک میں جنگ کے موقعے پر کیا کیا جاتا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہمارے ملک میں تو خندق کھود لی جاتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ بہت اچھی تجویز ہے۔ چنانچہ خندق کھودی گئی اور اسی لیے اسے غزوۂ خندق بھی کہا جاتا ہے مگر باوجود اس کے ہم نہیں کہہ سکتے کہ سلمان فارسیؓ فنونِ جنگ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ماہر تھے۔ انہیں فنونِ جنگ میں مہارت کا وہ مقام کہاں حاصل تھا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام کیے وہ کب حضرت سلمان فارسیؓ نے کیے بلکہ خلفاء کے زمانے میں بھی انہیں یعنی حضرت سلمان فارسیؓ کو کسی فوج کا کمانڈر اِن چیف نہیں بنایا گیا حالانکہ انہوں نے لمبی عمر پائی تھی۔ تو ایک ایکسپرٹ خواہ وہ غیر مذہب کا ہو اس سے بھی مشورہ لیا جا سکتا ہے۔ آپؓ پھر اپنا بیان فرماتے ہیں کہ میں بیمار تھا تو انگریز ڈاکٹروں سے بعض مشورے لے لیتا ہوں مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خلافت میں بھی میں نے ان سے مشورہ لیا ہے یا ان سے مشورہ لیتا ہوں یا یہ کہ میں انہیں اسی مقام پر سمجھتا ہوں جس مقام پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ کو سمجھتا ہوں۔ صحابہؓ سے مشورہ لیتا ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ غیر سے مشورہ لینا اور صحابہ سے مشورہ لینا ایک بات ہے۔ صحابہؓ کا مقام بہرحال بلند ہے۔ فرمایا بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ میں نے طب میں مشورہ لیا۔ ایک خاص فیلڈ، ایک خاص شعبہ ہے اس میں مشورہ لیا یا کسی خاص بات کے لیے مشورہ لیا۔ پس فرض کرو کہ سعد بن عبادہؓ سے کسی دنیوی امر میں جس میں وہ ماہرِ فن ہوں مشورہ لینا ثابت بھی ہو تو یہ نہیں کہا جا سکتا، تب بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مشوروں میں شامل ہوتے تھے۔ مگر ان سے متعلق تو کوئی صحیح روایت ایسی نہیں جس میں ذکر آتا ہو کہ وہ مشوروں میں شامل ہوتے تھے بلکہ مجموعی طور پر روایات یہی بیان کرتی ہیں کہ وہ مدینہ چھوڑ کر شام کی طرف چلے گئے تھے اور صحابہ پر یہ اثر تھا کہ وہ اسلامی مرکز سے منقطع ہو چکے ہیں۔ اسی لیے ان کی وفات پر صحابہ کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ فرشتوں یا جنوں نے انہیں مار دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کے نزدیک ان کی موت کو بھی اچھے رنگ میں نہیں سمجھا گیا کیونکہ یوں تو ہر ایک کو فرشتہ ہی مارا کرتا ہے مگر ان کی وفات پر خاص طور پر کہنا کہ انہیں فرشتوں نے یا جنّوں نے مار دیا، بتاتا ہے کہ ان کے نزدیک وفات ایسے رنگ میں ہوئی کہ گویا خداتعالیٰ نے انہیں اپنے خاص فعل سے اٹھا لیا کہ وہ شقاق کا موجب نہ ہوں یعنی بہرحال بدری صحابہ میں سے تھے تو کسی قسم کے نِفاق یا کوئی اَور مخالفت یا اَور کوئی ایسی بات کا موجب نہ ہوں جس سے پھر ان کا وہ مقام گرتا ہو لیکن بہرحال وہ علیحدہ ہو گئے۔

یہ بیان کرنے کے بعد آپؓ فرماتے ہیں کہ یہ تمام روایات بتلاتی ہیں کہ ان کی وہ عزت صحابہؓ کے دلوں میں نہیں رہی تھی جو ان کے اُس مقام کے لحاظ سے ہونی چاہیے تھے جو کبھی انہوں نے حاصل کیا تھا۔ اور یہ کہ صحابہؓ ان سے خوش نہیں تھے ورنہ وہ کیونکر کہہ سکتے تھے کہ فرشتوں یا جنوں نے انہیں مار دیا بلکہ ان الفاظ سے بھی زیادہ سخت الفاظ ان کی وفات پر کہے گئے ہیں جنہیں میں اپنے منہ سے کہنا نہیں چاہتا۔

پس یہ خیال کہ خلافت کی بیعت کے بغیر بھی انسان اسلامی نظام میں اپنے مقام کو قائم رکھ سکتا ہے واقعات اور اسلامی تعلیم کے بالکل خلاف ہے اور جو شخص اس قسم کے خیالات اپنے دل میں رکھتا ہے میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ بیعت کا مفہوم ذرہ بھی سمجھتا ہو۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 16 صفحہ 95 تا 101، خطبہ جمعہ فرمودہ 08 فروری 1935ء)

حضرت سعد بن عبادہؓ کی وفات حوران ملکِ شام میں ہوئی۔ حضرت عمرؓ کے خلیفہ منتخب ہونے کے اڑھائی سال کے بعد ہوئی تھی۔ علامہ ابنِ حجر عسقلانی کے مطابق ان کی وفات شام کے شہر بُصریٰ میں ہوئی تھی۔ یہ شام کا پہلا شہر تھا جو مسلمانوں نے فتح کیا تھا۔ مدینہ میں ان کی موت کا پتا نہیں لگا، پھر کس طرح علم ہوا ؟ یہ روایت آتی ہے یہاں مدینہ میں اس کا علم اس وقت ہوا کہ جب بِئرِ مَنَبِّہٗ یا بِئرِ سَکَنٌ کے کنویں تھے ان میں دوپہر کی سخت گرمی میں چھلانگیں لگانے والے لڑکوں میں سے ایک نے کنویں میں سے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ

قَدۡ قَتَلۡنَا سَیِّدَ الۡخَزۡرَجِ سَعۡدَ بۡنَ عُبَادَہ

وَرَمَیۡنَاہُ بِسَھۡمَیۡنِ فَلَمۡ نُخۡطِ فُؤَادَہ

کہ ہم نے خزرج کے سردار سعد بن عبادہؓ کو قتل کر دیا۔ ہم نے اسے دو تیر مارے ہم نے اس کے دل پر نشانہ لگانے سے خطا نہ کیا۔ لڑکے ڈر گئے اور لوگوں نے اس دن کو یاد رکھا۔ لوگوں نے اسے وہی دن پایا جس روز حضرت سعدؓ کی وفات ہوئی تھی۔ سعدؓ بیٹھے پیشاب کر رہے تھے کہ انہیں قتل کر دیا گیا اور وہ اسی وقت وفات پا گئے۔ حضرت سعد بن عبادہؓ کی وفات حضرت عمرؓ کے دَورِ خلافت میں ہوئی۔ ان کی وفات کے سال میں اختلاف ہے۔ بعض روایات کے مطابق 14 ہجری میں اور بعض کے مطابق 15 ہجری میں اور بعض کے مطابق وفات 16 ہجری میں ہوئی۔ حضرت سعدؓ کی قبر دمشق کے قریب نشیبی جانب واقع ایک گاؤں مَنِیۡحَہۡ میں ہے۔ طبقات الکبریٰ کا یہ حوالہ ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 ،صفحہ 463 سعد بن عبادہ، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2012ء)

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر عسقلانی جلد3 صفحہ56 سعد بن عبادہ ،دارالکتب العلمیہ بیروت 2005ء)

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب المجلد الثانی صفحہ 164 سعد بن عبادہ داراکتب العلمیہ بیروت لبنان 2002ء)

اب اس کے بعد میں دو مرحومین کا ذکر کروں گا جن کا ابھی جنازہ بھی پڑھاؤں گا ان شاء اللہ۔

پہلے ہیں مکرم سید محمد سرور شاہ صاحب جو صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ممبر تھے۔ 8جنوری کو 85سال کی عمر میں یہ وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔گذشتہ کچھ عرصے سے کینسر کے مرض میں مبتلا تھے لیکن بڑی ہمت سے، صبر سے، حوصلے سے انہوں نے بیماری کا سامنا کیا اور آخر تک اپنے فرائضِ منصبی احسن رنگ میں ادا کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ کبھی بیماری کو آڑے نہیں آنے دیا۔ آپ موضع سونگڑاصوبہ اڑیشہ کے ایک معروف مخلص احمدی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے پڑنانا حضرت سید عبدالرحیم صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے اور نانا مکرم مولوی عبدالعلیم صاحب مرحوم ایک جیّد عالمِ دین تھے اور شاعر بھی تھے۔ اور آپ کی ولادت پر آپ کے والد نے اپنے خسر سے نام تجویز کرنے کی درخواست کی تو انہوں نے بتایا کہ میں نے خواب میں سید سرور شاہ صاحب کو دیکھا ہے کہ ہمارے گھر آئے ہیں۔ اس لیے اس کا نام بھی سید سرور رکھ لیں۔ ابتدائی تعلیم کے بعد جو انہوں نے ضلع کٹک میں حاصل کی بی۔اے پاس کیا۔ پھر پرائیویٹ سکول میں ہیڈ ماسٹر ہو گئے۔ اس کے بعد اڑیشہ ہائی کورٹ میں اسسٹنٹ رہے۔ پھر آڈٹ آفیسر کے عہدے پر فائز رہے اور ریٹائرمنٹ کے بعد بھی 1995ء میں جماعتی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا۔ حضرت خلیفہ المسیح الرابعؒ نے 1996ء میں بعض کام ان کے سپرد کیے، ان کا انچارج بنایا۔ ان کو عمرہ کی بھی توفیق ملی۔ مرکزی آڈیٹر اور کئی معاملات میں ون مین کمیشن (one man commission)کے طور پر بھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کو مقرر فرمایا اور پھر یہ آخر تک اسی آڈٹ کے عہدے پر رہے۔ اور مرحوم کو نو سال تک بطور صدر قضاء بورڈ خدمت کی توفیق ملی۔ اسی طرح کئی اہم مرکزی کمیٹیوں کے صدر اور ممبر بھی رہے اور وفات تک صدر انجمن احمدیہ کے ممبر ہونے کی توفیق پائی۔ انتظامی صلاحیت بڑی اچھی تھی۔ لمبا عرصہ مرکزی آڈیٹر کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی جیسا کہ میں نے کہا۔ حضرت خلیفہ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک خط میں فرمایا کہ آپ خوب کام کر رہے ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ بلاخوف اظہارِ حقیقت کرنے کی ادا بہت پسند آئی ہے آپ کی۔ ماشاء اللہ بڑے باریک اور اہم پہلوؤں پر نظر جاتی ہے۔ آپ اسی طرح اپنے پروگرام کے مطابق اپنا کام کرتے رہیں اور آپ کو اس سے کوئی روک نہیں سکتا اللہ آپ کو صحت دے اور عمر میں برکت بخشے۔ (اس وقت ان کی صحت اور عمر کی دعا بھی دی)۔

قادیان کے ناظم صاحب دارالقضاء بیان کرتے ہیں کہ قضاء کے جملہ کارکنان کے ساتھ بہت محبت کا تعلق رہا۔ بورڈ میں زیرِ کارروائی مقدمات میں حتی الامکان جلد فیصلہ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ موصوف بہت احتیاط کے ساتھ مسل کا جائزہ لیتے تھے۔ انصاف پر مبنی فیصلہ کروانے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ صائب الرائے تھے اور حساس معاملات میں اللہ تعالیٰ سے رہنمائی کے طالب رہتے تھے۔

ڈاکٹر طارق صاحب ان کے داماد ہیں ۔نور ہسپتال قادیان کے سینیئر میڈیکل افسر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ باقاعدگی سے تہجد ادا کرنے کے علاوہ مسجد مبارک میں نمازیں بروقت ادا کرتے تھے۔ ہاتھ پیر جب لڑکھڑانے لگے، صحیح طرح چل نہیں سکتے تھے تو دوسروں کے سہارے مسجد جاتے تھے۔ نمازِ جمعہ میں ہمیشہ وقت پر جا کر پہلی صف میں بیٹھتے تھے۔ نمازِ مغرب سے عشاء تک مسجد میں بیٹھ کر نوافل، دعاؤں اور تسبیحات میں مشغول رہتے تھے۔

ناظرِاعلیٰ قادیان نے بھی لکھا ہے ان کی خوبیاں بہت تھیں۔ بڑی ملنساری تھی۔ مہمان نوازی تھی۔ بڑے انتھک محنتی انسان تھے۔ غریبوں کے ہمدرد تھے اور اپنے افسرانِ بالا کے نہایت مطیع اور فرمانبردار تھے۔ خلافت سے وابستگی گہری تھی اور دوسروں کو بھی اس کی ،خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مرحوم موصی تھے اور مرحوم کے سب بیٹے بیٹیاں جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ اور ان کے چھوٹے بیٹے سید محمود احمد نور ہسپتال قادیان میں بطور فارماسسٹ (pharmacist)خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کے دونوں داماد سید تنویر احمد صاحب اور ڈاکٹر طارق احمد صاحب واقفِ زندگی ہیں۔ قادیان میں خدمت کی توفیق پارہے ہیں۔ اسی طرح چھوٹے داماد جو سید حسن خان ہیں وہ بھی ریٹائرمنٹ کے بعد جماعت کی خدمت رضاکارانہ طور پر کر رہے ہیں۔

جب تک صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ناظر اعلیٰ رہے ہمیشہ ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے آڈٹ کیا اور ان سے متعلقہ سوالات کیا کرتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ سارے قادیان میں میاں صاحب جیسا محبت کرنے والا وجود کوئی نہیں تھا۔ دارالمسیح میں رہتے تھے اور حضرت میاں صاحب ان کا بڑا خیال رکھا کرتے تھے۔ بعض اوقات شاہ صاحب ان کی محبتوں اور شفقتوں کو یاد کر کے رو پڑا کرتے تھے۔ درویشانِ قادیان کا بڑا احترام کرتے تھے اور خود بھی انہوں نے بڑی عاجزی سے اور درویشی کی زندگی گزاری۔ طلباء جامعہ احمدیہ سے بڑی محبت کا سلوک تھا۔ علماء کی بڑی عزت فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ جو پڑھا جائے گا وہ محترمہ شوکت گوہر صاحبہ کا ہے جو ڈاکٹر لطیف احمد قریشی صاحب ربوہ کی اہلیہ تھیں اور مولانا عبدالمالک خان صاحب مرحوم کی بیٹی تھیں۔ پانچ جنوری کو ربوہ میں ان کی ستتر سال کی عمر میں وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ اللہ کے فضل سے آپ بھی موصیہ تھیں۔ آگرے میں یہ پیدا ہوئی تھیں اور اُن دنوں میں ان کے والد مولانا عبدالمالک خان صاحب وہاں بطور مربی متعین تھے۔ پھر یہ والدین کے ساتھ حیدر آباد دکن میں رہیں۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی شفٹ ہو گئے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم کراچی میں حاصل کی اور تعلیم میں، پڑھائی میں بہت ہوشیار تھیں۔ ہمیشہ اچھی پوزیشن لیا کرتی تھیں۔ بڑی چھوٹی عمر سے خدمت سلسلہ کا ان کو شوق تھا۔ ناصرات کی سیکرٹری بنی ہیں تو وہاں کراچی کی ناصرات کو صفِ اول میں لے آئیں۔ پھر اس کے بعد جب 1961ء میں ان کا نکاح ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب کے ساتھ ہوا ہے تو وہ میڈیکل کالج میں پڑھ رہے تھے۔ اس کے بعد جب وہ انگلستان آ گئے تو یہ ان کے ساتھ رخصت ہو کر یہاں آئیں۔ پھر یہاں تعلیم مکمل کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کو جب لکھا تو انہوں نے آپ کو کہا کہ پاکستان آئیں اور فضلِ عمر ہسپتال میں ان کا تقرر فرمایا۔ انہوں نے بھی اپنے خاوند کے ساتھ بڑی بشاشت سے ربوہ جاکر وہاں خدمت شروع کی اور خدمتِ سلسلہ کے مواقع بھی ان کو میسر آئے۔ انہوں نے وہاں لجنہ کا بہت کام کیا ہے اور ان کے زمانے میں ربوہ کا رہنے والا ہر شخص، ہر عورت میرا خیال ہے ہر بچی بھی ان کی خدمات کو جانتی ہو گی۔

میری والدہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ جب صدر لجنہ ربوہ تھیں تو انہوں نے ان کو مجلسِ عاملہ میں جنرل سیکرٹری مقرر کیا تھا۔ اور پندرہ سال تک اس کام پر متعین رہیں۔ اور انہیں سے انہوں نے ٹریننگ لی تھی۔ اس کے بعد بڑی اعلیٰ انتظامی صلاحیت کے ساتھ انہوں نے کام کیا۔ پھر مرکزی عاملہ میں بھی سیکرٹری کے طور پر کام کیا۔ پھر ان کو میں نے جنرل سیکرٹری مرکزیہ، پاکستان مقرر کیا۔ چھ سال تک وہاں بھی انہوں نے بڑی اعلیٰ خدمات سرانجام دی ہیں اور اپنی علالت کی وجہ سے لجنہ کا کام چھوڑنا پڑا لیکن پھر بھی موقع ملتا رہتا تھا۔کسی نہ کسی طریقے سے خدمت کرتی رہتی تھیں۔ پچاس سال تک مختلف شعبہ جات میں انہوں نے خدمتِ سلسلہ کی توفیق پائی ہے اور آپ کے ساتھ کام کرنے والی ہر عورت، ہر بچی آپ کی بڑی تعریف کرتی ہے۔ ہمسایوں کے ساتھ حسنِ سلوک، غریبوں اور ضرورت مندوں کا خیال، مہمان نوازی، چندوں کی خاص طور پر ادائیگی اور توجہ اور پہلی فرصت میں ادا کرنا یہ سب ان کی خاصیت تھی۔ بلکہ وقفِ جدید کی ادائیگی کا اس سال بھی جب اعلان کیا تو انہوں نے اُسی وقت، وفات سے چند دن پہلے اپنا چندہ ادا کر دیا۔پانچ کو وفات ہوئی ہے اور یکم کو اعلان ہوا تو فوراً پہلے ادا کیا۔

ڈاکٹر قریشی صاحب لکھتے ہیں کہ مرحومہ نے پچاس سالہ دورِ رفاقت میں بہترین بیوی، بہترین ماں، بہترین بہن اور بہترین بیٹی کے طور پر اپنے حقوق ادا کیے۔ ایک چیز یہاں لکھنے والے نے چھوڑ دی ہے یا ڈاکٹر صاحب نے بیان نہیں کی کہ بہترین بہو بھی تھیں۔ شاید غلطی سے رہ گیا۔ ان کی ساس اور سسر ان کے ساتھ رہے بلکہ اب تک حیات ہیں اور ساتھ ہیں تو ان کی انہوں نے خدمت کی۔ بیماری میں بھی خدمت کی اور ماں کی طرح ان کو رکھا۔ الغرض آپ مثالی زندگی گزارنے کے بعد اس دنیا سے رخصت ہوئی تھیں۔ بیماری بہت لمبی تھی اس کے باوجود گھر کے کاموں میں دلچسپی لیتیں اور ان کو مکمل کرتیں۔ بیماری میں کبھی شکوہ زبان پر نہیں آیا۔ بیماری کو صبر کے ساتھ برداشت کیا۔ خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔ ان کے پسماندگان میں ان کے خاوند ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب کے علاوہ تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں اور دو بیٹے اور ایک بیٹی ڈاکٹر ہیں۔ ایک بیٹا انجینئر ہے۔ سارے پڑھے لکھے ہیں۔ ان کو سخت حالات میں پڑھایا اور کسی بیٹی نے ان کو ایک دفعہ کہا کہ آپ کبھی زیور نہیں پہنتیں، کوئی اچھا لباس نہیں بناتیں تو انہوں نے کہا جو میں بچت کرتی ہوں تم لوگوں کی تعلیم پر خرچ کرتی ہوں اور یہی میں چاہتی ہوں میرا زیور اور میرا لباس یہی ہےاگر تم لوگ اعلیٰ پڑھ لکھ جاؤ اور جماعت کے لیے بھی مفید بن جاؤ، مفید وجود بنو اور اپنے آپ کو بھی سنبھالنے والے ہو۔

بڑی سچی رؤیا دیکھنے والی تھیں، صاحبِ رؤیا و کشوف بھی تھیں۔ ان کی کئی خوابیں جو ان کے بچوں نے لکھی ہیں پوری ہوئیں۔ ایک بیٹی کو داخلے کے وقت بتایا کہ تمہارا فلاں میڈیکل کالج میں داخلہ ہوگا، میں نے خواب میں دیکھا ہے اور وہیں ان کا داخلہ ہوا۔ اسی طرح ان کی اَور بہت بے شمار خوابیں ہیں۔ اللہ کے فضل سے بڑی نیک خاتون تھیں اور اپنی بہنوں وغیرہ کا خیال رکھا۔

ان کے بیٹے عبدالمالک نے لکھا ہے کہ جماعت کی بے لوث خدمت کرنے والی تھیں۔ کئی دفعہ دفتر لجنہ سے دارالعلوم تک شدید گرمی میں پیدل چلتی آئیں اور کبھی ایک دفعہ بھی شکوہ نہیں کیا۔ اور عید کے موقعے پر ہمیشہ قریبی اور دور کے ہمسایوں کو گھر سے میٹھا بنا کر بھیجا کرتی تھیں اور ہمیشہ یہ کہتی تھیں کہ اگر ہم دین سے وابستہ رہیں گے تو اللہ تعالیٰ کبھی ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔

ان کی بیٹی کہتی ہیں کہ شادی کے بعد جب میرے بچے ہوئے جو امریکہ میں رہتے ہیں تو مجھے ہمیشہ تلقین کی کہ امریکہ اور باہر کے ملکوں کے عمومی بُرے ماحول سے بچنے کے لیے اپنے بچوں سے پیار اور دوستی کا تعلق رکھنا۔ گھر کا ماحول ایسا بناؤ کہ ان کا گھر میں دل لگے اور باہر جانے کے بجائے وہ گھر میں زیادہ وقت گزاریں۔

پھر یہ بیٹی کہتی ہیں کہ میڈیکل کالج میں ایک دفعہ لڑکیوں نے میری مخالفت کی۔ احمدی ہونے کی وجہ سے بائیکاٹ کر دیا۔ میں نے اپنی امی کو فون کیا اور رونے لگی تو انہوں نے بڑے اچھے انداز میں نصیحت کی اور فرمایا کہ اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ یہ تو انبیاء کی سنت ہے جس پر تمہیں چلنے کا موقع مل رہا ہے اور یہ کہا کہ لکھ لو کہ اگر احمدیت کی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچی تو اللہ تعالیٰ تمہیں کبھی ضائع نہیں کرے گا اور امتحان میں بھی کامیاب ہو گی۔ چنانچہ کہتی ہیں کہ میں امتحان میں نہ صرف کامیاب ہوئی بلکہ وہی شرارتی لڑکیاں سب کی سب فیل بھی ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور ان کے بچوں کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نیک ہوں۔ صالح ہوں اور خادمِ دین ہوں اور خلافت سے ہمیشہ تعلق رکھنے والے، وفا کا تعلق رکھنے والے ہوں۔

جیسا کہ میں نے کہا نمازوں کے بعد ان دونوں کی نمازِ جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل لندن 7 فروری 2020ء)

******

مصروفیات حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
مورخہ یکم تا 7فروری 2020 ء

(سعید الدین احمد۔لندن)

قارئین روزنامہ الفضل لندن آن لائن کی خدمت میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی گزشتہ ہفتے کی مصروفیات پر ایک نظرپیش خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ پیارے حضور انور کو صحت و سلامتی سے رکھے اور ہر آن اپنی حفظ و امان میں رکھے۔

دوران ہفتہ Niedersachsen جرمنی سے تشریف لانے والےخدام کے ایک وفد نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں واقع عثمان چُو بلاک میں ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ ملاقات میں شاملین نے اپنے آقا سے مختلف نوعیت کے سوالات پوچھے۔ ملاقات کے اختتام پر ممبران وفد کا حضور انور کے ساتھ گروپ فوٹو بھی ہوا۔

دوران ہفتہ Hamburg جرمنی سے تشریف لانے والے واقفین نو کےایک وفد نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں واقع عثمان چُو بلاک میں ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ ملاقات میں شاملین نے اپنے آقا سے مختلف نوعیت کے سوالات پوچھے۔ ملاقات کے اختتام پر ممبران وفد کا حضور انور کے ساتھ گروپ فوٹو بھی ہوا۔

دوران ہفتہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نماز ظہر سے قبل مسجد مبارک کے باہر تشریف لا کر مکرم سید مطیع اللہ صادق ابن مکرم سید صادق علی (یوکے) کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی اور پسماندگان سے ملاقات کرکے تعزیت فرمائی۔

نماز جنازہ حاضر کے ساتھ ساتھ حضور انور نے دوران ہفتہ 5 مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھائی۔

دوران ہفتہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل 9 نکاحوں کا اعلان بھی فرمایا اور ان کے بابرکت ہونے کے لئے دعا بھی کروائی۔

1. عزیزہ ہالہ ادریس (واقفہَ نو)بنت مکرم طاہر احمد(جرمنی) ہمراہ عزیزم قاصد احمد ادریس ابن مکرم محمد ادریس مرحوم (جرمنی)
2. عزیزہ نوشنا مظفر (واقفہَ نو) بنت مکرم مظفر احمد چانڈیو(آسٹریلیا)ہمراہ عزیزم فرہاد احمد مونس ابن مکرم امتیاز احمد نوید (مربی سلسلہ۔ آسٹریلیا)
3. عزیزہ عافیہ شعیب (واقفہَ نو) بنت مکرم محمد شعیب نیّر(لیڈز۔یوکے)ہمراہ عزیزم ریحان وحید احمد ابن مکرم وحید احمد (والسال۔یوکے)
4. عزیزہ سیدہ سائرہ ندیم بنت مکرم سید ندیم مقبول(ربوہ)ہمراہ عدیل احمد(مربی سلسلہ۔ ریسرچ سیل ربوہ)ابن مکرم شوکت علی۔
5. عزیزہ صبیحہ الطاف بنت مکرم الطاف حسین(کنری۔پاکستان)ہمراہ عزیزم (حافظ) ذیشان (لاشاری) (مربی سلسلہ۔ وکالت تعلیم ربوہ)ابن مکرم خان محمد
6. عزیزہ نمودِ سحربنت مکرم عدنان مظفر(ناربری۔یوکے)ہمراہ عزیزم علی رضا ابن مکرم افتخار علی (مورڈن۔یوکے)
7. عزیزہ مشعل احمد خان بنت مکرم بشیر احمد خان(لندن۔یوکے) ہمراہ عزیزم جواد احمد ڈار ابن مکرم محمد الیاس ڈار (لندن۔یوکے)
8. عزیزہ ماہ نور تنویر بنت مکرم تنویر احمد(کینیڈا) ہمراہ عزیزم باسل احمد (واقفِ زندگی۔ ایم ٹی اے کینیڈا) ابن مکرم منیر احمد (تشنہ)
9. عزیزہ سیدہ فریال جنود بنت مکرم سید شعیب احمد جنود(کینیڈا) ہمراہ عزیزم فہیم احمد ناصر (واقفِ نو) ابن مکرم عابد احمد ناصر (لندن۔یوکے)

دوران ہفتہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ مسجد مبارک اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں ارشاد فرمایا جو کہ MTA کے مواصلاتی نظام کے تحت پوری دنیا میں دیکھا اور سنا گیا۔ اس خطبہ جمعہ میں بھی حضور انور نے جانثار بدری صحابہؓ کا ذکر جاری رکھا۔

دوران ہفتہ حضور انور نےچار روز دفتری ملاقاتیں فرمائیں جن کی تعداد 17رہی ۔دفتری ملاقاتوں میں متعدد افسران صیغہ، مبلغین، مربیان سلسلہ، واقفین زندگی و دیگر احباب نے حضور انور سے قیمتی ہدایات وصول کیں۔

دوران ہفتہ حضور انور نے چھ روز ذاتی ملاقاتیں بھی فرمائیں جن کی تعداد 126 رہی۔ذاتی ملاقات کے لئے حاضر ہونے والے احباب کا تعلق مندرجہ ذیل ممالک سے تھا۔

آسٹریلیا، بیلجیئم،یوکے،امریکہ،بنگلہ دیش،جرمنی،عرب ممالک،کینیڈا،پاکستان،نائیجریا،آئر لینڈ،سویڈن

بقیہ از صفحہ نمبر 1 خلاصہ خطبہ جمعہ

کہ تم اس شخص سے بیزار ہو کر اس کو چھوڑ دو گے ۔ محمد بن مسلمہؓ نے کہا کہ خیر ہم جس لئےآئے ہیں تم وہ دو گے؟ کعب نے اس کے عوض میں اپنی عورتیں رہن رکھنے کو کہا۔جواباً انکار پر اس نے کہا اچھا تو پھر بیٹے سہی ۔ محمد بن مسلمہؓ نے جواب دیا کہ یہ بھی ناممکن ہے۔بہرحال ہتھیار کی رضامندی پر کہ رہن رکھا جائے گا۔ رات کے وقت ہتھیار لائے اور اُسے گھر سے نکال کر باتیں کرتے کرتے ایک طرف کو لے گئے اور تھوڑی دیر بعد چلتے چلتے محمدؓ بن مسلمہ یا ان کے ایک ساتھی نے کسی بہانے سے کعب کے سر پر ہاتھ ڈالا اور نہایت پُھرتی کے ساتھ اس کے بالوں کو مضبوطی سے قابو کر کے اپنے ساتھیوں کو آواز دی کہ مارو ۔ صحابہؓ نے جو پہلے سے تیار تھے فوراً تلواریں چلا دیں اور بالآخر کعب قتل ہو کر گرا ۔ محمدؓ بن مسلمہ اور ان کے ساتھی وہاں سے رخصت ہو کر جلدی جلدی نبی کریمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کو اس قتل کی اطلاع دی۔ جب کعب کے قتل کی خبر مشہور ہوئی تو شہر میں ایک سنسنی پھیل گئی اور یہودی لوگ سخت جوش میں آگئے۔ یہودیوں کا ایک وفدآنحضرتﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ ہمارا سردار کعب بن اشرف اس طرح قتل کر دیا گیا ہے ۔ نبیﷺ نے ان کی بات سن کرفرمایا۔کیا تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ کعب کس کس جرم کا مرتکب ہوا ہے ؟ اور پھر آپؐ نےاجمالاً اس کے جرم کا ذکر کیا جس پر یہ لوگ ڈرکر خاموش ہو گئے ۔اس کے بعد آنحضرتﷺ نےفرمایا کہ تمہیں چاہئے کہ آئندہ کے لئے ہی امن اور تعاون کے ساتھ رہو اورعداوت اور فتنہ و فساد کا بیج نہ بوؤ۔ چنانچہ یہود کی رضا مندی کے ساتھ آئندہ کے لئے ایک نیا معاہدہ لکھا گیا اور یہود نے مسلمانوں کے ساتھ امن و امان سے رہنے اور فتنہ و فساد سے بچنے کا از سر نو وعدہ کیا۔اگرکعب مجرم نہ ہوتا تو یہودی کبھی اتنی آسانی سےنیا معاہدہ نہ کرتےاور اس کے قتل پر خاموش بھی نہ رہتے۔ تاریخ میں کسی جگہ یہ مذکور نہیں کہ یہودیوں نے اس کے بعد کبھی بھی کعب بن اشرف کے قتل کا ذکر کر کے مسلمانوں پر الزام عائد کیا ہو ۔کیونکہ ان کے دل محسوس کرتے تھے کہ کعب اپنی مستحق سزا کو پہنچا ہے۔

حضور انور نے فرمایا : کیاآج کل مہذب کہلانے والے ملکوں میں بغاوت اور عہد شکنی ، اشتعال جنگ اور سازشِ قتل کے جرموں میں مجرموں کو قتل کی سزا نہیں دی جاتی ؟ کعب کے قتل کے طریق کے بارہ میں حضرت مرزا بشیر احمدؓ لکھتے ہیں کہ عرب میں اس وقت باقاعدہ کوئی سلطنت نہ تھی بلکہ ہر شخص اور ہر قبیلہ آزاد اور خود مختار تھا۔ ایسی صورت میں وہ کون سی عدالت تھی جہاں کعب کے خلاف مقدمہ دائر کر کے باقاعدہ قتل کا حکم حاصل کیا جاتا؟ کیا یہود کے پاس اس کی شکایت کی جاتی جن کا وہ سردار تھا اور جو خود مسلمانوں کے خلاف غدّاری کر چکے تھے اور آئے دن فتنے کھڑے کرتے رہتے تھے ۔کیا مکہ کے قریش کے سامنے مقدمہ پیش کیا جاتا جو مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے یا دوسرے قبائل سے داد رسی چاہی جاتی جو مدینہ پر چھاپا مارنے کی تیاری کر چکے تھے ۔مرزا بشیر احمدؓ لکھتے ہیں کہ پھر سوچو کہ مسلمانو ں کے لئے سوائے اس کے وہ کون سا راستہ کھلا تھا کہ جب ایک شخص کی اشتعال انگیزی اور تحریک جنگ اور فتنہ پردازی اور سازش قتل کی وجہ سے اس کی زندگی کو اپنے اور ملک کے امن کے لئے خطرناک پاتے تو خود حفاظتی کے خیال سے موقع پا کر اسے خود قتل کر دیتے۔ کیونکہ یہ بہت بہتر ہے کہ ایک شریر اور مفسد آدمی قتل ہو جائے بجائے اس کے کہ بہت سے پُر امن شہریوں کی جان خطرے میں پڑے اور ملک کا امن برباد ہو ۔ فرمایا: معاہدے کی رُو سے آپﷺ اس جمہوری سلطنت کے صدر قرار پائے تھے جو مدینہ میں قائم ہوئی تھی اور آپﷺ کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ جملہ تنازعات اورامور سیاسی میں جو فیصلہ مناسب خیال کریں صادر فرمائیں ۔ پس آپؐ نے ملک کے امن کے مفاد میں کعب کی فتنہ پردازی کی وجہ سے اسے واجب القتل قرار دیا۔پس اس فیصلہ قتل پر کوئی اعتراض کی گنجائش نہیں ہے ۔

حضور انور نے فرمایا: یہ اعتراض کہ اس موقع پر آنحضرتﷺ نے جھوٹ اور فریب کی اجازت دی ۔ سو یہ غلط ہے اور صحیح روایت اس کی مکذب ہے۔ نبیﷺ نے قطعاً جھوٹ اور غلط بیانی کی اجازت نہیں دی۔بلکہ بخاری کی روایت کے بموجب جب محمد بن مسلمہؓ نے آپؐ سے دریافت کیا کہ کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لئے توکوئی بات کہنی پڑے گی تو آپﷺ نے جواب میں صرف اس قدر فرمایا کہ ہاں اور اس سے زیادہ اس موقع پر آپؐ کی طرف سے یا محمد بن مسلمہؓ کی طرف سے قطعاً کوئی تشریح یا توضیح نہیں ہوئی۔آنحضرتﷺ کا صرف یہ مطلب تھا کہ محمد بن مسلمہؓ اور ان کے ساتھی جو کعب کے مکان پر جا کر اُسے باہر لائیں گے تو اس موقع پر لازماً اُسے کوئی ایسی بات کہنی ہو گی جس کے نتیجے میں کعب رضامندی اور خاموشی کے ساتھ گھر سے نکل کر ان کے ساتھ آجاوے اور اس میں ہر گز کوئی قباحت نہیں ہے ،آخر جنگ کے دوران جاسوس وغیرہ جو اپنے فرائض ادا کرتے ہیں تو ان کو بھی اس قسم کی باتیں کہنے کی ضرورت پڑتی ہے جن پر کبھی کسی عقلمند کو کوئی اعتراض نہیں ہوا ۔پس آنحضرتﷺ کادامن تو بہرحال پاک ہے۔باقی رہا محمد بن مسلمہ وغیرہ کا معاملہ جنہوں نے وہاں جا کر عملاً اس قسم کی باتیں کیں ۔سو ان کی گفتگو میں بھی درحقیقت کوئی بات خلافِ اخلاق نہیں۔ انہوں نے حقیقتاً کوئی غلط بیانی نہیں کی ، البتہ اپنے مشن کی غرض و غایت کو مدنظر رکھتےہوئےکچھ ذو معنی الفاظ ضروراستعمال کئے جن کے بغیر چارہ نہیں تھا۔

حضور انور نے فرمایا:اب یہ سوال بھی بعضوں نے اٹھایا کہ کیا جنگ میں جھوٹ بولنا اوردھوکہ دینا جائز ہے؟ فرمایا: بعض روایتوں میں یہ مذکور ہوا ہے کہ آنحضرتﷺ فرمایا کرتے تھےکہ اَلۡحَرۡبُ خُدۡعَۃٌ یعنی جنگ تو ایک دھوکہ ہےاور اس سے نتیجہ یہ نکالا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرتﷺ کی طرف سے جنگ میں دھوکے کی اجازت تھی حالانکہ اول تو اَلۡحَرۡبُ خُدۡعَۃٌ کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جنگ میں دھوکہ کرنا جائزہے بلکہ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ جنگ خود ایک دھوکہ ہے۔یعنی جنگ کے نتیجے کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کیا ہو گا ۔ اس بات کی تصدیق اس طرح سے ہوتی ہے کہ حدیث میں یہ روایت دو طرح سے مروری ہے کہ اَلۡحَرۡبُ خُدۡعَۃٌ اور دوسری میں ہے کہ نبیﷺ نے جنگ کا نام دھوکہ رکھا تھا۔ اور دونوں کے ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپؐ کا منشاء نہیں تھا کہ جنگ میں دھوکہ کرنا جائز ہے بلکہ یہ تھا کہ جنگ خود ایک دھوکہ دینے والی چیز ہے لیکن اگر ضرور اس کے یہی معنی کئے جائیں کہ جنگ میں دھوکہ جائز ہے تو پھر بھی یقیناً اس جگہ دھوکہ سے جنگ کی تدبیر اور حیلہ مراد ہے۔ جھوٹ اور فریب ہر گز مراد نہیں ہے اگر یہی معنی ہیں تو جنگی حکمت اور چال مراد ہے جھوٹ اور فریب نہیں ہے ۔ کیونکہ اس جگہ خُدۡعَۃٌ کے معنی داؤ پیچ اور تدبیر جنگ کے ہیں ، جھوٹ اور فریب کےنہیں ہیں ۔ پس مطلب یہ ہے کہ جنگ میں اپنے دشمن کو کسی حیلے اور تدبیر سے غافل کر کے قابو میں لے آنا یا مغلوب کر لینا منع نہیں ہے ۔نبیﷺ کسی مہم پر جاتے تو اپنا منزل مقصود ظاہر نہیں فرماتے تھے اور اگر جنوب کی طرف جانا مقصو د ہوتا تو شمال کی طرف جا کر پھر جنوب کی طرف جاتے ۔ دشمن کو غافل کرنے کے لئے میدان جنگ سے پیچھے ہٹتے اور اچانک حملہ کرتے تھےاور یہ سب صورتیں خُدۡعَۃٌ کی ہیں جنہیں جنگ میں جائز قرار دیا گیا ہے اور اب بھی جائز سمجھا جاتا ہے۔لیکن یہ کہ جھوٹ اور غدّاری وغیرہ سے کام لیا جائے، اس سے اسلام نہایت سختی کے ساتھ منع کرتا ہے۔ الغرض جنگ میں جس قسم کےخُدۡعَۃٌ کی اجازت دی گئی ہے وہ حقیقی دھوکہ اور جھوٹ نہیں ہے بلکہ اس سے وہ جنگی تدابیر مراد ہیں جو جنگ میں دشمن کو غافل کرنے یا اس کو مغلوب کرنے کے لئے اختیارکی جاتی ہیں اور جو بعض صورتوں میں ظاہری طور پر جھوٹ اور دھوکے کے مشابہ تو سمجھی جا سکتی ہیں مگر وہ حقیقتاً جھوٹ نہیں ہوتیں۔ کعب بن اشرف کے قتل کے بارے میں فرمایا کہ روایت میں صرف ایک قتل کا حکم ہے۔اس لئے یہ عام حکم نہیں تھا۔ حضور انور نے فرمایاباقی ذکر انشاء اللہ آئندہ ہوگا ۔

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں

0044 74 9378 5065
0044 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ملک ریاض احمد

حاجی عبدالغنی دوالمیال کا احمدیت قبول کرنے کا واقعہ

مکرم حاجی عبدالغنی ایک لمبے عرصے تک دوالمیال جماعت کے امام الصلوٰۃ کی حیثیت سے خدمت دین میں مصروف رہے۔آپ اللہ تعالی کے فضل سے نیک،تقویٰ شعار ،صوم و صلوٰۃ کے پابند اور ہر ایک سےخوش اخلاقی سے پیش آنے والے مشفق وجود تھے ۔آپ بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ کے کردار کی ایک اہم ترین صفت عبادت اور ہر ایک کے لیے دعا میں مصروف رہنا تھا۔آپ غریب پرور ،کثرت سے صدقات دیتے تھے اور آپ کو دعا اور صدقات پر کامل یقین تھا ۔

مکرم حاجی عبدالغنی کا احمدیت قبول کرنے کا واقعہ آپ کے بھتیجے مکرم محمد اصغر نے مجھے بتایا جو قارئین کی نذر کرتا ہوں ۔ کہ نیک فطرت لوگوں کو اور تحقیق کرنے والوں کو کس طرح اللہ صحیح راستہ دکھاتا ہے۔

مکرم حاجی عبدالغنی ،مکرم مستری غلام محمد آف دوالمیال جنہوں نے احمدیہ دارالذکر دوالمیال میں قادیان کے مینار کی طرح 1927ءمیں مینار تعمیر کیا تھا ایک مخلص احمدی تھے اور احمدیت میں رنگے ہوئے رشتہ دار تھے۔

مکرم حاجی عبدالغنی کو مکرم مستری غلام محمد ہمیشہ دعوت الی اللہ کیا کرتے تھے ان کو سلسلہ کی کتب اور رسائل دیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ان کا مطالعہ کرو تو تمہیں صحیح اسلام کی تصویر نظر آئے گی۔ مکرم حاجی صاحب کے دوسرے تمام رشتہ دار بہت زیادہ احمدیت کے مخالف تھے اور ان کو منع کرتے تھے کہ جماعت احمدیہ کی کتابوں کا مطالعہ ہر گز نہ کیا کرو۔ مستری غلام محمد کے پاس زیادہ نہ بیٹھا کرو اور ان کی باتوں پر دھیان نہ دیا کرو۔ یہ سن کر آپ کو حیرت ہوتی کیونکہ جو آپ نے کتابیں پڑھی تھیں ان میں تو اسلام کی تعلیم قرآن و سنت کے مطابق تھی اور یہ مخالف رشتہ دار کچھ اور ہی کہتے تھے اور آپ سوچتے کہ جب مکرم مستری غلام محمد کو دیکھتا ہوں کہ وہ صوم و صلوۃ کے پابند اور تہجد گذار ہیں ان کی ہر بات دلیل کے ساتھ ہوتی ہے اور میرے دوسرے رشتہ دار کہتے ہیں کہ ان کے پاس نہ بیٹھا کر۔ حاجی صاحب چونکہ نیک فطرت انسان تھے اور حق کو پانے کی جستجو رکھتے تھے پانچ وقت کی نماز کے پابند اور تہجد گزار تھے انہوں نے احمدیہ کتب اور رسائل کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا اور حق ان پر آشکار ہونے لگا اس کے بعد انھوں نےجماعت احمدیہ کی کتب کا باقاعدہ مطالعہ شروع کر دیا اور مکرم مستری غلام محمد نے بھی انہیں خوب دعوت الی اللہ کی۔

آپ جب چھوٹے ہی تھے تو آپ کے والد محمد خان فوت ہوگئے اور آپ کی پرورش آپ کے چچا مکرم فتح محمد نے کی ۔آپ کے چچا جان کا جب رشتہ وعولہ گاؤں میں مکرم فضل کریم کی بیٹی سے طے ہونا قرارپایا ۔مکرم فضل کریم صاحب ایک مخلص احمدی تھے انہوں نے کہا کہ میں اپنی بیٹی کا رشتہ کسی احمدی کو دوں گا ناراض نہ ہونا ۔میں جماعت احمدیہ کی کتب دیتا ہوں فتح محمد کو کہو کہ وہ ان کتابوں کو پڑھے اور اگر وہ ان کتابوں کو پڑھنے کے بعد یہ سمجھتا ہے کہ حق یہی ہے اور احمدیت کی آغوش میں آجاتا ہے تو میں اسے اپنی بیٹی کا رشتہ دے دوں گا ورنہ ہر گز نہیں۔

یہ لوگ نیک فطرت تھے انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے ۔ مکرم فضل کریم نے آپ کو سلسلہ احمدیہ کی کتب پڑھنے کے لیے دے دیں۔مکرم فتح محمد نے جب مطالعہ شروع کیا اور مکرم مستری غلام محمد نے جب ان کو دعوت الی اللہ کی تو ان کو احمدیت کی سچائی پر یقین ہونے لگا اور رفتہ رفتہ ان میں احمدیت کی تعلیم گھر کرنے لگی اور آپ نے کچھ ہی عرصہ میں بیعت کرلی اور اس کے بعد آپ کی شادی مکرم فضل کریم کی بیٹی سے ہوگئی۔ مکرم فضل کریم کے بھائی مکرم غلام محمد صاحب بھی نہایت مخلص احمدی تھے ان کی اولاد مکرم خدابخش اور مکرم محمد یوسف بعد میں بھون چلے گئے تھے اور ان کی اولادیں بھی وہیں ہیں۔مکرم فضل کریم صاحب تو ہر سال وعولہ سے سائیکل پر جلسہ سالانہ ربوہ سننے کے لئے جایا کرتے تھے نہایت نڈر اور دلیر احمدی تھے۔احمدیت سے آپ کو عشق کی حد تک پیار تھا ۔جب مکرم حاجی عبدالغنی کے چچا نے بھی احمدیت قبول کرلی تو آپ نے بھی مطالعہ کرنا شروع کر دیا اور اب آپ نے تہجد میں دعائیں کرنی شروع کر دیں کہ اے اللہ مجھے حق کی تلاش ہے مجھے سیدھا راستہ دکھا آپ کی دعائیں رنگ لانے لگیں۔ رات کو خواب میں ایک بزرگ تشریف لائے اور انہوں نے ان کو بتایا کہ یہ راہ سیدھی ہے اس پر آجاؤ اور بیعت کر لو یہ خواب مسلسل آپ کو کئی روز تک آتے رہے ۔آپ نے مطالعہ جاری رکھا اور کسی سے ان خوابوں کا ذکر نہ کیا ۔آخر ایک دن رخت سفر باندھا اور بغیر کسی کو بتائے ہوئے ربوہ کو عازم سفر ہوئے اور وہاں جاکر جائزہ لینے لگے اور وہاں کے ماحول اور نماز کی پابندی اور باجماعت تہجد کو دیکھ اور پڑھ کر کر آپ دل سے مطمئن ہوگئے ۔جمعہ والے دن جمعہ پڑھنے کے لیےمسجد مبارک میں پہنچے۔وہاں جب خطبہ جمعہ دینے کے لیے حضرت خلیفہ المسیح الثانیؓ ممبر پر تشریف لائے تو آپ کی حیرت کی انتہا نہ رہی اور آپ نے پہچان لیا کہ یہی بزرگ میری خوابوں میں آیا کرتے تھے اور مجھے بیعت کرنے کے لیے کہتے تھے۔آپ کو تو گویا منزل مل گئی اور آپ نے اسی دن بیعت کرلی اور احمدیت کے حصار میں آگئے۔ اس کے بعد آپ نے دم آخر تک احمدیت کے ساتھ وفاکی۔ آپ نے وصیت کر لی۔ آپ ایک لمبے عرصے تک دوالمیال جماعت کے امام الصلوٰۃ رہے اور بڑھ چڑھ کر خدمت دین میں مصروف رہے اور 17 جنوری 2006ءکو دوالمیال میں اپنی جان ،جان آفریں کے سپرد کردی اور جنوری 2006 ءکو بہشتی مقبرہ میں قطعہ نمبر 6 لائن نمبر 25 قبر نمبر 11 میں دفن ہوئے ۔آپ کی قبر کے کتبے پر یہ عبارت درج ہے۔

حاجی عبدالغنی صاحب محمد خان صاحب دوالمیال ۔ضلع چکوال ۔ولادت 1925ءبیعت 1940ءوفات 17 جنوری 2006 ءعمر 81سال وصیت نمبر 22103/22-7-1975. دعا ہے کہ اللہ تعالی آپ کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس کا مقیم بنائے آمین۔

****

جرمن حکومت کے سالانہ عشائیہ میں احمدی کی شرکت

جرمن حکومت کی یہ روایت ہے کہ سال نو کے آغاز پر گزرے سال کے دوران اہم سماجی ، فلاحی خدمت سر انجام دینے اور سوسائٹی میں ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لئے کام کرنے والوں کا شکریہ ادا کرنے اور نئے سال میں نیک تمناؤں کے اظہار کے صدارتی محل میں ایک وسیع عشائیہ کا اہتمام کیا جاتا ہے جسکا سرکاری نام نئے سال کا ڈنر ہے۔ اس تقریب میں سیاسی پارٹیوں کے سربراہان و اہم رہنماء ۔ مختلف شعبہ ہائے زندگی میں کارنامے سر انجام دینے والی نامور شخصیات ۔ مختلف ممالک کے سفیران کرام کو مدعو کیا جاتا ہے۔ سال نو ڈنر کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ پورے ملک کو نمائندگی دینے کی خاطر ہر ضلع سے ایک ایسی شخصیت کا انتخاب کیا جاتا ہے جس نے دوران سال غیر معمولی خدمت بلا معاوضہ کی ہو۔ اس کی خدمت کے اعتراف میں ایوان صدر سے اسکو شرکت کا خصوصی دعوت نامہ صدر کے دستخطوں کے ساتھ بھجوایا جاتا ہے۔

امسال سال نو کی جرمن روایت سے بھرپور یہ تقریب 9 جنوری 2020 ء کو ایوان صدر برلن میں منعقد ہوئی۔ جس میں Worms شہر میں رہنے والے احمدی دوست مکرم محمد اسلام الدین کو بھی مدعو کیا گیا۔ اس تقریب میں شامل ہونے والوں کو ایوان صدر کے مین گیٹ پر پورے پروٹوکول کے ساتھ استقبال کرکے ریڈ کارپٹ پر چلتے ہوئے صدر مملکت کے دفتر تک لے جایا جاتا ہے۔صبح دس بجے شروع ہونے والی اس تقریب کے پہلے حصہ میں صدر مملکت اور اُن کی بیگم سے ضلعی نمائندگی میں آنے والے مہمانوں کی علیحدہ علیحدہ ملاقات کروائی جاتی ہے۔ جس میں صدر مملکت مہمان اور اسکے کام سے تفصیلی تعارف حاصل کرتے ہیں۔محمد اسلام الدین صاحب جو چار بار جماعت Worms کے صدر رہ چکے ہیں نے جرمن صدر کو بتایا کہ میں 1986ء سے جرمنی میں ہوں۔ شہر میں موجود غیر ملکیوں کی سینٹ کا ممبر رہ چکا ہوں۔ شہر کی انتظامیہ کے ساتھ مل کر سماجی و فلاحی کام بلا معاوضہ کرتا ہوں۔ ہمارے شہر میں 80 قومیتوں کے لوگ آباد ہیں جن میں ہم آہنگی کو فروغ دینے میں مصروف عمل رہتا ہوں۔ جرمن صدر کو اسلام الدین صاحب نے جنگ سے بچنے اور امن کی ضرورت پر حضور انور کے خطابات کا ذکر بھی کیا ۔ صدر نے فوراً کہا کہ ہاں میں جماعت احمدیہ کے کام سے واقف ہوں اور جن لیکچرز کا آپ نے ذکر کیا وہ مجھے مل چکے ہیں۔ Worms کے مقامی اخبارات نے تصاویر کے ساتھ اس خبر کو نمایاں جگہ دی۔ اسلام الدین صاحب نے جماعت احمدیہ کی طرف سے شہر میں جاری مختلف پروجیکٹ پر حاصل ہوئی مدد کا خصوصی ذکر کیا۔ تقریب میں اُنہیں جرمن چانسلر اور پارلیمنٹ کے اسپیکر و دیگر سیاسی رہنماؤں سے بھی ملاقات کا موقع میسر آیا۔

طلوع و غروب آفتاب

10فروری 2020ء

		طلوع	غروب
مکہ مکرمہ		05:39	18:15
مدینہ منورہ	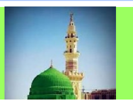	05:42	18:12
لندن	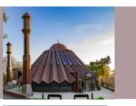	05:34	17:08
قادیان		05:53	18:10
ربوہ		05:33	17:50